Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ریویو آف ریلیجنز

نمبر ۸ ۔ ۵ ۔ اگست سنہ ۱۹۳۰ء ۔ ۲۰ ۔ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۵۰ھ ۔ جلد ۳۰

ایڈیٹر
ماسٹر محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

حقیقی توحید فی جواب اثبات التثلیث فی التوحید ۔ ۲۸۱ / ۳۰۴ ۔ مولانا محمد عبد اللہ خان صاحب بگوی (مولوی فاضل)

نبوت وفات مسیحؑ ۔ ۳۰۵ / ۳۱۲

شیعہ مجتہدین کی تحریروں کے عکس ۔ ۳۱۳ / ۳۱۶ ۔ مرزا اکبیر الدین احمد صاحب لکھنؤ ۔

چندہ سالانہ
اندرون ہند سے تین روپے

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے دو روپیہ آٹھ آنہ

چندہ سالانہ
بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ریویو اُردو کی توسیع اشاعت

میں کئی مرتبہ اسی صفحے پر یہ بات واضح کرچکا ہوں۔ کہ ریویو اُردو کے خریدار کم اسقدر کم ہیں۔ اور جو ہیں انکے نام بقایا ہے۔ کہ صرف اخراجات طبع بھی ادا کرنے مشکل ہو رہے ہیں۔ اور اس وقت ریویو اُردو کا فنڈ تیرہ چودہ سو روپے کا مقروض ہے۔ ان حالات میں رسالہ کا اجراء مشکل ہو رہا ہے۔ ناظرین رسالہ و احباب جماعت احمدیہ کو پوری توجہ سے کام لیکر اس کی توسیع اشاعت کا فرض ادا کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پاکیزہ خواہش کو پورا کر دکھانا چاہیئے کہ

ریویو کے خریدار کم از کم دس ہزار ہوں

یہ راہوار کوئی بڑی بات نہیں۔ اس کے معاوضہ میں آپ علمی مذہبی مضامین سے اپنے معلومات میں اضافہ اور قلب میں تسکین و اطمینان پیدا کرلینگے۔ بلکہ غیر مذاہب پر اتمام حُجّت کرکے فریضۂ تبلیغ سے ایک حد تک سبکدوش ہوسکینگے۔ ان اصحاب کے نام شکریہ کے ساتھ درج رسالہ ہونگے جو اس بارے میں عقد ہمت باندھ کر اُٹھیں۔ اور بقایا داروں کو بقایا ادا کرنے پر مجبور کریں۔ اور جو خریدار نہیں ان کو خریدار بنائیں۔

(مینجر ریویو اُردو قادیان)

ثبوت وفات مسیح اور شیعہ مجتہدین کی تحریروں کے عکس نئے انداز میں بھی چھاپے گئے ہیں

احباب منگوائیں۔ ۱ر فی ٹریکٹ کے حساب سے منگوا کر مفت تقسیم کرکے ثواب تبلیغ حاصل کریں۔

تبلیغی ٹریکٹ

چند کارآمد حوالے نمبر ۱ و ۲	۱ر
بانی آریہ سماج کے اقوال میں تناقض	۰ر
اسلام کی اندرونی تصویر	۰ر
آریہ سماج اور گاندھی جی	۰ر
رسالہ تائید اسلام کے اعتراضات کا جواب	۱۰ر
کفّارہ	۱ر
بُطلان مسئلہ قدامت رُوح و مادّہ	۱ر
اسلامی قادر مطلق خدا اور آرین سرو شکتیمان	۴ر
مسیح موعودؑ و اُمّت محمدیہ	۱ر
شیعہ سوراج اور اس کے واقعات	۱ر
ذبیحہ گائے	۱ر
ابطال الباطل (ردّ شیعہ)	۲ر
آسمانی گولہ	۱ر

تبلیغی رسالے

براہین العقائد	۸ر
معارف القرآن	۸ر
تصوّف	۶ر
مقصد مذہب	۳ر
مباحثہ سرگودہ	۶ر
الاستخلاف	۴ر
مباحثہ ختم نبوّت	۶ر
مجمع البحرین	۳ر
کمالات احمدیہ	۶ر
التشریح الصحیح	۶ر

دفتر ریویو اُردو قادیان سے منگوائیے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حقیقی توحید فی جواب اثبات التثلیث فی التوحید

لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ثالث ثلٰثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد۔

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے ٭ سب موت کا شکار ہیں اسکو فنا نہیں

ایک ضروری عرض:۔ خاکسار کو ایک رسالہ "اثبات التثلیث فی التوحید" ملا۔ جس میں تثلیث کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس منطق و فلسفہ کے علاوہ جو عام کتابوں میں پائی جاتی ہے مصنّف رسالہ نے اپنی ایجاد کردہ منطق بھی شامل کی ہے اور بڑے زور و شور سے اس میں تثلیث کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اپنی طرف سے یہ ایک بے نظیر اور لاجواب رسالہ اثبات التثلیث میں پیش کیا ہے اور مصنّف کو فاضل اجل عالم بے بدل جناب مولوی پادری عبدالحق صاحب فاتح قادیان سلطان المناظرین وغیرہ کے القاب دیئے ہیں۔ سو عاجز نے جو محض ایک کمزور طالبعلم ہے۔ اور فضلاء جماعت کی پاؤں کی خاک سے بھی کمتر ہے ارادہ کیا ہے کہ اس رسالہ کا مختصر سا جواب لکھے ٭

اس رسالہ کے شروع میں ایک دیباچہ ہے۔ جس کے لکھنے والے پادری حشمت اللہ صاحب ہیں جنہوں نے اپنے آپکو ہیڈ مولوی کا لقب عطا فرمایا ہے وہ دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ واجب تعالیٰ واحد ہے۔ اور اس کی ذاتِ واحد میں اقانیم ثلاثہ (اب یعنی حقیقی خدا ابن (یعنی یسوع مسیح) و روح القدس) ہیں جن کی ماہیت ایک ہے۔ اور قدرت و جلال میں (تینوں) برابر ہیں" پھر آگے اس کی تائید میں فرماتے ہیں:۔

"یہ دعویٰ (تثلیث) خلافِ عقل نہیں بلکہ سراسر عقلِ سلیم کے مطابق ہے۔ اسی (تثلیث کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے یا وسیلہ سے دی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ فلسفۂ قدیم و جدید ہمارے دعویٰ (تثلیث) کی تائید کرتا ہے۔ اس کو صحیح بلکہ اصح کہتا ہے"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مولوی صاحب کے دعویٰ پر نظر:۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات واحد میں اقانیم ثلاثہ یعنی اب ابن روح القدس ہیں۔ اس کے بارے میں پہلے یہ عرض ہے۔ کہ آیا ذات واحد یعنی حقیقی خدا اور اب میں تغائر ہے یا دونو ایک ہی ہیں؟ سو پہلی شق تو باطل ہے کہ ایک دوسرے کے غیر ہوں۔ یہ بات تو انجیل مقدس سے بھی ثابت ہے اور مسیحی دوست بھی مانتے ہیں کہ ذات واحد اور اب ایک ہی ہے یعنی حقیقی خدا کا نام ہے۔ جب یہ بات ہے کہ اب اور ذات واحد ایک ہی ہیں تو پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ذات واحد میں اقانیم ثلاثہ (اب ابن روح القدس) ہیں دو باتوں میں سے ایک سے خالی نہیں یا تو یہ کہنا پڑیگا۔ اقانیم ثلاثہ ذات واحد میں ہیں تو ظرفیۃ الشئی فی نفسہٖ لازم آئی جو باطل ہے اگر کہو کہ ذات واحد ان تین اقانیم کی طرف منقسم ہے خواہ حقیقی ہو یا اعتباری تو تقسیم الشئی الیٰ نفسہٖ والیٰ غیرہٖ لازم آئی اور یہ بھی باطل ہے۔ بہر صورت یہ دعویٰ کہ ذات واحد میں اقانیم ثلاثہ ہیں۔ یہ دعویٰ ہی باطل ہے۔ کیونکہ اس کی دو ہی صورتیں ہیں جو کہ دونو ہی اوپر محال ثابت ہو چکی ہیں ؎

اب رہا ذات واحد یعنی اب (حقیقی خدا) اور دو اقنوم سو ان کی بابت عرض یہ ہے کہ انکا تعلق ذات واحد سے تین ہی طرح ہو سکتا ہے۔ اور کوئی صورت ہے ہی نہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے۔ کہ دونو اقنوم ذات واحد کے وجود کے لئے جزء ہوں یعنی اس کی ماہیت میں شریک ہوں۔ تب یہ جزء وجود یا جزء ماہیت ہونگے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جزء ماہیت تو نہ ہوں۔ لیکن ماہیت کے لئے شرط ہوں اور خارج عن الماہیت ہوں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ جزء بھی نہ ہوں اور شرط بھی نہ ہوں۔ بلکہ عرض ہوں جو کہ ذات واحد کو عارض ہوں یہ تین ہی صورتیں ہیں چوتھی کوئی نہیں اور تینوں ہی باطل ہیں ؎

پہلی کا ابطال:۔ یہ تو بالبداہت باطل ہے کہ ابن اور روح القدس ذات واجب کے لئے جزء ہوں۔ کیونکہ کئی محال لازم آتے ہیں۔ **پہلا** ذات باری کا مرکب ہونا لازم آیا۔ اور جو مرکب ہوتا ہے وہ ممکن ہوتا ہے نہ کہ واجب اس طرح ذات باری ممکن ہوا واجب نہ رہا۔ **دوسرا**۔ جس طرح باقی مرکب اجسام اپنے متحقق ہونے میں اجزاء کے محتاج ہوتے ہیں اور بغیر ان کے متحقق فی الخارج نہیں ہو سکتے اسی طرح پھر واجب تعالیٰ بھی ان کی طرف محتاج ہوگا اور یہ محتاج الیہ ہونگے۔ یہ بھی محال ہے کہ ذات واجب کسی کی طرف محتاج ہو۔ **تیسرے** ہم دیکھتے ہیں کہ جو ماہیت کئی اجزاء سے مرکب ہو۔ وہ ان اجزاء کے پہلے غیر کامل ہوتی ہے۔ اور ان اجزاء کے حصول کے بعد کامل ہوتی ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لہٰذا لازم آئیگا کہ ذاتِ باری بھی پہلے ناقص ہو۔ اور بعد حصول ان کے کامل ہو۔ اس طرح وہ مستکمل بالغیر ٹھیرا جو کہ اس کی ذات کے منافی ہے ؞

صحیح بات:۔ یہ دعویٰ ہی باطل ہے۔ کیونکہ ابن اور روح القدس کے پہلے بھی ذاتِ باری موجود اور کامل ہونیکی حالت میں تھی۔ اور ابن اور روح القدس معدوم تھے تو بھی خدا تعالیٰ ویسے ہی قادر مطلق اور غنی عن العالمین اور علیٰ کل شیئٍ قدیر تھا۔ جیسا کہ اب یعنی اقنوم کے حصول کے بعد ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ یہ دونو اسکی ماہیت میں داخل نہیں ورنہ چاہیئے تھا کہ ان کے نہ ہونے کے وقت ماہیت ذات واجب کل نہیں تو اکثر تو معدوم ہوتی۔ مگر تالی تو باطل ہے (یعنی ذاتِ واجب کا کل یا اکثر معدوم ہونا) لہٰذا مقدم (یعنی ابن اور روح القدس کا جزء ماہیت ہونا یا عین ماہیت ہونا) بھی باطل ہوا ؞

شق ثانی کا ابطال اگر ہم ان دونو کو ذاتِ باری کے لئے شرط مانیں یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر انکو ذاتِ باری کے لئے شرط مانیں تو ذاتِ باری اپنی تکمیل و تحقق کے لئے ان کی ایسی ہی محتاج ہو گی جیسے مشروط شرط کی تو اس طرح ذاتِ واجب تعالیٰ غنی نہ رہی بلکہ محتاج اور مستکمل بالغیر ٹھیری جو کہ اس کی ذاتِ پاک کے منافی ہے۔ دوسرے چاہیئے تھا۔ کہ اگر یہ دونو ذاتِ واحد کے لئے شرط تھے تو واجب تعالیٰ کا لفظ ذات باری پر ان دونو (ابن اور روح القدس) کے پہلے بالمطابقی دلالت کرتا بلکہ بالتضمنی کرتا حالانکہ اس کے خلاف اظہر من الشمس ہے یعنی بالمطابقی دلالت کرنا کتاب مقدس سے ثابت ہے۔ کہ ذاتِ واجب اللہ تعالیٰ پر ایسے ہی صادق تھا بغیر کسی نقص کے جیسے بعد اسکے کہ روح القدس و ابن متحقق ہوئے - - - - - - - - - - - - -

- - - اور ایسے ہی قادر تھا جیسے بعد ان کے مثلاً لوگوں کی رہنمائی کے لئے انبیاءؑ و کتب کا بھیجنا پھر انبیاء کرامؑ اور ان کے متبعین کی مدد کرنا اور ان کو غالب کرنا۔ ان کے ایذا رساں اعداء پر دنیا میں طرح طرح کے عذاب نازل کر کے ذلیل و تباہ کرنا وغیرہ وغیرہ یعنی ذاتِ باری اپنے تمام افعال و امور پر ویسا ہی قادر تھی جیسا ان کے بعد تو ثابت ہوا۔ کہ یہ دونو اس کی ذات کے لئے شرط بھی نہیں ؞

تیسری شق کا ابطال اگر یہ (ابن اور روح القدس) ذاتِ باری کے لئے عرض ہوں جو اس کو عارض ہوں تو دو ہی صورتیں ہیں۔ عرض لازم ہوگا یا مفارق۔ پہلی صورت باطل۔ کیونکہ عرض لازم وہ ہوتا ہے کہ جب بھی ملزوم پایا جائے۔ ساتھ ہی لازم بھی پایا جائے۔ جیسے زوجیت اربعہ کو مگر یہاں تو ایسا نہیں۔ کیونکہ ابن کی پیدائش کے قبل ذاتِ واحد موجود تھی مگر ابن اور روح القدس معدوم۔ اگر عرض لازم ہوتے تو چاہیئے تھا کہ ذات باری کی طرح وقت کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قید سے مبرا ہوتے۔ کیونکہ یہ اس کے لازم تھے۔ مگر یہ وقت کی قید میں مقید ہیں۔ لہٰذا مقید مطلق کے لئے عرض لازم نہیں ہو سکتا۔ رہی دوسری صورت کہ عرض مفارق ہو۔ سو اگر عرض مفارق مانیں تو پھر عرض یہ ہے۔ کہ ذات باری کو اس عرض مفارق سے کوئی ایسا فائدہ حاصل ہوگا جو اسکے بغیر حاصل نہ ہو یا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پہلی صورت باطل۔ ورنہ پھر ذات باری کا محتاج ہونا اور مستکمل بالغیر ہونا لازم آئیگا۔ جو کہ اس کی ذات کے منافی ہے۔ اگر دوسری صورت لو کہ کوئی فائدہ ہی نہیں تو عرض یہ ہے کہ بے فائدہ کام کرنا تو ایک دانشمند انسان کی انسانیت اور عقل و وقار کے خلاف ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے عبث اور بے فائدہ افعال صادر ہوں ÷

دوسری بات } وجود ذات باری کے لئے ابن و روح القدس عین ہیں یا غیر؟ عین ہونا تو کئی وجوہ سے باطل ہے۔

وجہ اوّل:۔ ذات باری خالق۔ اور ابن و روح القدس مخلوق۔ لہٰذا مخلوق خالق کا عین نہیں ہو سکتا ÷

دوسری وجہ:۔ یسوع مسیح ابن آدم ہے جیسے کہ کئی مقامات کتاب مقدس سے ثابت ہے (جیسا کہ یسوع نے اپنے آپکو ابن آدم کہا ہے) اور ابن آدم ممکنات سے ہے۔ اور ذات باری واجب ہے لہٰذا ممکن الوجود واجب الوجود کا عین نہیں ہو سکتا ÷

تیسری وجہ:۔ ذات باری غنی ہے اور ابن محتاج ہے۔ بلکہ احوج ہے جیسے کہ کتاب مقدس سے ثابت ہے لہٰذا محتاج وجود غنی کا عین نہیں ہو سکتا ÷

چوتھی وجہ:۔ ذات باری نقائص انسانی (یعنی بیمار ہونا سونا غافل ہونا بھولنا لوگوں سے دکھ اٹھانا کھانا پینا مرنا وغیرہ وغیرہ) سے پاک ہے۔ مگر ابن کا ان قیود میں باقی انسانوں کی طرح ہونا ظاہر ہے۔۔۔۔ ۔۔ ۔۔۔ لہٰذا جس کی یہ حالت ہو۔ وہ ذات باری کا عین نہیں ہو سکتا۔ وجوہ تو اور بھی ہیں۔ لیکن بخوف طوالت انہی پر اکتفا کرتا ہوں ÷

یہاں سے ایک اور بات بھی ثابت ہوگئی۔ پادری مولوی حشمت اللہ نے فرمایا تھا۔ اب ابن اور روح القدس کی ماہیت بھی ایک ہی ہے اس کا بھی ابطال ہو گیا ÷

تیسری بات } اگر کہو کہ ابن اور روح القدس ذات باری میں ایسے ہی حلول کئے ہوئے ہیں جیسے صورت جسمیہ ہیولیٰ میں یعنی واجب تعالیٰ محل ہو اور یہ دونوں حال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو اس میں حلول کیئے ہوئے ہوں یہ بھی باطل۔ ورنہ لازم آئیگا کہ جس طرح ہیولا اپنے بالفعل ہونے میں صورت کا محتاج ہے۔ یعنی جبتک اس میں صورت جسمیہ حلول نہ کرے تب تک ہیولیٰ بالفعل فی الخارج نہیں پایا جاتا ویسے ہی واجب تعالیٰ میں جبتک یہ دونو حلول نہ کریں تب تک وہ نہیں پایا جائیگا۔ تو اس صورت میں ذات باری محتاج اور یہ دونو محتاج الیہ ہونگے۔ اور یہ خلاف ہے کیونکہ جو محتاج ہو غیر کی طرف وہ اس قابل ہی نہیں کہ ہم اسے خدا کہیں ؎

باقی پادری صاحب نے یہ جو فرمایا ہے۔ کہ عقل سلیم بھی اسی (تثلیث) کو ہی قبول کرتی ہے کہ اسکی (خدا) کی ذات میں اقانیم داخل ہوں اور ان سب (اب ابن روح القدس) کی ماہیت ایک ہو اس کی بابت یہ عرض ہے کہ وہ عقل سلیم جو بنی نوع انسان میں پائی جاتی ہے۔ وہ تو اس بات کو ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کرتی کہ ایک وہ انسان جو باقی ابن آدم کی طرح ایک محدود بطن مادر سے پیدا ہوا۔ اور نقائص و حوائج انسانی میں باقی انسانوں کی طرح مقید ہو جس کو دشمن پکڑ لیں۔ اور وہ ان کے منصوبے سے غافل ہو پھر اسکو صلیب پر بھی کھینچ دیں۔ اور وہ بیچارا پکارے "ہو سکے تو یہ پیالہ (موت) مجھ سے ٹال"۔ پھر (بقول انجیل) وہیں جان بھی دیدے۔ ایسے عاجز انسان کی اور ذات واجب کی جو علیٰ کل شیٔ قدیر اور جبّار قہار ہو ماہیت ایک ہو۔ ہاں ہو سکتا ہے۔ کہ عقل سلیم سے مولوی صاحب نے کوئی اور اصطلاحی معنے مراد لئے ہوں۔ بہر حال عقل انسانی تو یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ ایک عاجز انسان (جیسا کہ انجیل کے متعدد مقامات سے ثابت ہے) اور اللہ تعالےٰ کی ماہیت ایک نہیں۔ دوسرے مولوی پادری صاحب نے فرمایا تھا کہ فلسفۂ قدیم و جدید بھی ہمارے ہی دعویٰ تثلیث کی تائید کرتا ہے۔ اس کے دو جواب ہیں:۔

اوّل۔ پادری صاحب یہ تو بڑی دلیری سے کہہ گئے کہ قدیم و جدید ہماری ہی تائید کرتا ہے۔ مگر کسی دلیل کی طرف مفصّل کیا مجملاً بھی اشارہ تک نہیں کیا۔ سو پادری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسا دعویٰ بلا دلیل فرزندان انصاف کی نظر میں ایک گپ سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا ؎

دوسرا جواب۔ پادری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ جس فلسفے کو وہ بڑے فخر و ناز سے پیش کر رہے ہیں وہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کو بطور دلیل پیش کیا جا سکے۔ کیونکہ فلسفۂ قدیم کی فلسفۂ جدید بڑے زور سے تردید کر رہا ہے بلکہ اکثر حصّہ تو فلسفۂ قدیم کا ایسا ہو گیا ہے۔ جسکے ابطال کے نعرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دنیا میں بڑے زور سے اُٹھ رہے ہیں۔ اور خصوصًا ان کو بلند کرنے والے اکثر مسیحی صاحبان ہی ہیں میں بخوفِ طوالت ایک اختلاف بطور مثال پیش کرتا ہوں:۔

فلسفۂ قدیم کی کتب میں فوقیت کتاب اشارات تصنیف شیخ بوعلی سینا کو حاصل ہے۔ سب سے بڑھکر یہی کتاب فلسفۂ قدیم میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں فلک کو مجسم چیز اور مادی بڑے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اور اس کو متحرک مانا ہے۔ اور اس کی حرکت کو علّت للزمان مانا ہے کہ اگر یہ حرکت بند ہو جائے تو اسی وقت زمانہ منقطع ہو جائے۔ اور وجہ حرکتِ فلک یہ بتائی ہے کہ فلک کسی معشوق کی طلب میں حرکت کرتا ہے۔ وہ اس کا معشوق نہ اسکو ملتا ہے۔ اور نہ ہی اس کی حرکت بند ہوتی ہے جب بھی اس کا معشوق اس کو ملجائیگا۔ یہ حرکت بند ہو جائیگی۔ لیکن فلسفۂ جدید کے موجدوں نے فلک کے مادی اور مجسم ہونے کا بڑے زور سے انکار کیا ہے۔ سو جب موجودہ سائنسدانوں نے فلک کے مجسم ہونے کا انکار کیا تو اسکے لوازمات یعنی حرکت وغیرہ کے بدرجۂ اولیٰ منکر ہوئے۔ کیونکہ جب سورج کا وجود ہی نہیں تو اس کی کرنیں اور چمک کہاں۔ سو ایسے متنازعہ فیہا امر کو اتنے بڑے دعویٰ کی دلیل پیش کرنا (اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال) کے ماتحت بالکل بے فائدہ بلکہ اپنے دعویٰ کو کمزور اور بے دلیل ثابت کرنا ہے۔ سو پادری صاحب کا اس متنازعہ فیہا فلسفۂ کو دعویٰ کی تائید میں بڑے ناز سے پیش کرنا اس امر کے لئے کافی ثبوت ہے کہ صحیح و صاف شواہد تو اس باطل دعویٰ کے لئے میسّر نہیں آئے۔ پادری صاحب نے "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کے تحت یہی غنیمت سمجھا۔ سو میرے دوست پادری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مشکوک شواہد اہل علم کی نظروں میں دعویٰ کی کمزوری اور بطلان پر دلالت کرتے ہیں چہ جائیکہ اسکی تائید کریں؛

آگے پادری صاحب دیباچہ میں ہی فرماتے ہیں۔ "کہ اہل اسلام کا عقیدہ یعنی خدا کو واحد ماننا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ باوجود واحد حقیقی ہونے کے ہر شے کا خالق بلاواسطہ ہے تو یہ بداہۃً محال ہے۔"

ردّ اوّل:۔ ہمیں معلوم نہیں کہ مسیحی دوست کس پتّھر کو خدا بنائے بیٹھے ہیں۔ جو کہ اپنی ہر نقل و حرکت میں کسی غیر کا محتاج ہے۔ ہم پوچھتے ہیں اگر خدا تعالیٰ (نعوذ باللہ) مخلوق کی پیدائش میں کسی واسطے کا ایسا ہی محتاج ہے۔ جیسا کہ بڑھئی چارپائی بنانے میں آلات و لکڑی کا تو ایسے خدا اور انسان میں فرق ہی کیا رہا؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسرا جواب: - اگر خدا تعالیٰ مخلوق کی پیدائش میں کسی واسطے یا آلے کا محتاج ہو تو وہ خدا محتاج ہوگا۔ اور آلہ یا واسطہ محتاج الیہ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا غیر محتاج ہونا کتاب مقدس کے کئی مقامات سے ثابت ہے۔ سو اگر خدا تعالیٰ مخلوق کی پیدائش میں کسی واسطے کا محتاج ہو تو ایسا محتاج وجود اس قابل ہی نہیں کہ اسے خدا کہا جائے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خالق بھی ہے۔ لیکن اس صورت میں تو اس کی تمام صفت خالقیت کا مدار آلہ پر ہی ہوگا اگر یہ کہو کہ بالذات خالق آلہ ہے۔ اور بالفرض خدا اگر خدانخواستہ یہ آلہ یا واسطہ نہ آئے تو اس کی تمام خدائی ہی باطل ہو جائے گی۔ لہٰذا ایسا محتاج اور عاجز وجود خدا نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ جس طرح کمہار بغیر مٹی و آلات کے برتن نہیں بنا سکتا۔ ویسے ہی ایسا خدا بھی بغیر واسطہ کے خالق نہیں ہو سکتا۔ باقی اگر پھر آپ فلسفہ کو پیش کریں تو یہ عرض ہے کہ ابھی ہم اوپر بتا کر آئے ہیں کہ فلسفہ اس قابل ہی نہیں کہ اسکو اتنے بڑے دعویٰ کی تائید میں پیش کریں۔ لیکن اگر ہم فرض کر بھی لیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ جب ہمارا روزہ مرہ کا مشاہدہ ہے۔ کہ جب سورج ہو تو اسوقت دن اور روشنی ہوتی ہے۔ تو کیا کوئی عقلمند سورج کے ہوتے ہوئے اسوقت کو رات اور اندھیرا اسلئے کہیگا۔ کہ فلسفہ چونکہ اسوقت کو رات کہتا ہے۔ چلو میں بھی رات ہی کہوں۔ - اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ہم روزانہ اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی اور بے انتہا قوتوں اور قدرتوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہوئے یہ کہیں کہ خدا تعالیٰ مخلوق کی پیدائش سے بغیر واسطہ کے عاجز ہے محض اسلئے کہ فلسفہ ایسا ہی کہتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسا فلسفہ جو عقل و قیاس اور ہزاروں لوگوں کے روزمرہ مشاہدہ کے خلاف حکم دے اور خدا تعالیٰ کو عاجز انسان کے برابر ٹھیرائے ہم اس کو جھوٹا کہنے پر مجبور ہونگے ۔

ایک دعویٰ مولوی پادری حشمت اللہ کا یہ بھی تھا۔ کہ تینوں (یعنی خدا[1] ابن[2] (مسیح) روح القدس[3]) قدرت میں برابر ہیں۔

مجھے یہ پڑھکر اور بھی حیرانی ہوئی۔ کہ اگر پادری صاحب نے انجیل کا تھوڑا بھی مطالعہ کیا ہوا ہوتا تو یہ لاف نہ مارتے۔ ابن (مسیح) جو کھانے پینے میں سونے جاگنے میں باقی لوگوں کی طرح محتاج تھا۔ جس کا سو کر غافل ہونا۔ پھر دشمنوں کے ہاتھوں پکڑا جانا پھر صلیب دیا جانا انسانوں کے ہاتھوں سے پھر وہیں ایلی ایلی لما سبقتنی کے دردناک نعرے لگانا۔ پھر (بقول انجیل) وہیں صلیب پر ہی جان دیدینا صریح طور پر ثابت ہے۔ اسکو اور خدا تعالیٰ کو قدرت میں برابر کہنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسقدر مغالطہ یا کم علمی ہے۔ ایک بچّہ جس نے سرسری نظر سے انجیل کو دیکھا ہے۔ وہ بھی یہ غلط بات پیش نہیں کریگا۔ چہ جائیکہ وہ پیش کرے جو اپنے آپکو ہیڈ مولوی اور پادری لکھے +

اس کے بعد اب میں دلیلوں کی طرف آتا ہوں۔ جو کہ مصنّف رسالہ ہٰذا نے پیش کی ہیں اور ان کا جواب انشاءاللہ تعالیٰ لکھتا ہوں وما توفیقی الّا باللہ :۔

دلیل اوّل فرماتے ہیں "اگر یہ کثرت کا مفہوم حادث مانا جائے تو ہر طرح کی وحدت کا مفہوم بھی حادث ہوگا۔ کیونکہ وحدت بمقابلۂ کثرت آتی ہے۔ نہ کہ علیحدہ کوئی موجود خارجی" اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ واحد چونکہ بمقابلہ کثرت واقع ہوتا ہے اور ہر کثرت حادث ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ وحدت بھی اس لئے کہ وحدت اور کثرت میں نسبت تقابل کی ہے حادث ہوگی۔ گویا کہ بوجہ ان میں نسبت تقابل ہونے کے یہ لازم آیا کہ کثرت کا حکم وحدت پر بھی لگایا جائے کیونکہ وہ اس کے مقابل پر آئی ہے۔ اس لئے ذات باری کو واحد یا کثیر کی قید لگانا ہی صحیح نہیں +

تردید :۔ جاننا چاہیئے۔ کہ دو متقابل چیزوں میں ایک پر دوسرے کے احکام جاری کرنے اس لئے کہ ان میں تقابل ہے بالکل قاعدہ کے خلاف ہے۔ مثلاً وجود عدم کے متقابل ہے جس کا کسی کو بھی انکار نہیں۔ لیکن کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ وجود لاشی کے افراد میں سے ایک فرد ہے اس لئے کہ عدم۔ وجود کے مقابل واقع ہوا۔ اور عدم لاشی کے نیچے داخل ہے پس وجود پر عدم کے احکام اس لئے جاری کرنا کہ وہ عدم کے مقابل آیا ہے صریح غلطی ہے بلکہ قاعدہ تو یہ ہے کہ تقابل بالتضاد میں ایک کے حکم کا نقیض دوسرے پر جاری کیا جائے مثلاً اگر وجود پر شَے کا حکم لگایا ہے تو ضرور ہے کہ عدم پر لاشَے کا حکم لگائیں اور ایسا ہی لگایا بھی جاتا ہے۔ اور یہی حال واحد اور کثرت کا ہے۔ اگر کثرت پر حادث کا حکم ہم لگا سکتے ہیں اور پادری صاحب نے لگایا بھی ہے تو ضرور ہے کہ اسکے مقابل وحدت میں اسکا نقیض یعنی غیر حادث کا حکم لگائیں۔ پس متقابلین میں ایک کا حکم دوسرے پر اس لئے لگانا کہ ان میں نسبت تقابل کی ہے یہ صریح مغالطہ یا کم علمی ہے۔ دیکھو امکان بمقابل وجوب آتا ہے تو کیا اب ہم امکان پر جمیع احکام وجوب جاری کرینگے؟ اس لئے کہ یہ وجوب کے مقابل آیا ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا وجہ کہ وحدت پر کثرت کا حکم لگائیں جو کہ خلاف قاعدہ اور خلاف عقل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور قیاس مع الفارق ہے۔ سو اگر کثرت پر حادث کا حکم خاص لگ سکتا ہے۔ اور یہ صحیح بھی ہے تو ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کو واحد محض مانیں تا کہ اسپر غیر حادث یعنی قدیم کا حکم لگے۔

دوسرے اسی دلیل کے ضمن میں پادری صاحب نے فرمایا ہے کہ "وحدت فی نفسہٖ خارج میں پائی جاتی ہی نہیں جبتک کثرت نہ پائی جائے" یہ دعویٰ بلا دلیل ہے یہ قاعدہ انکا وحدت اجزائی میں چل سکتا ہے۔ یعنی ایک چیز کثیر اجزا سے مرکب ہو تو اس کی ایک جز کی معین وحدت تبھی پائی جائیگی۔ جبکہ باقی اس کے اجزا بھی پائے جائینگے۔ کیونکہ وہ جز معین بھی تو باقی جملہ اجزا میں کا ایک فرد ہے۔ لیکن اس قاعدہ کو کلیہ مقرر کرنا جبھی صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ ایک وجود جس کے کثیر اجزا ہوں ان اجزا میں سے ایک جز کا نام ذات باری یا خدا بھی ہو تو تب ضرور ہوگا کہ وحدت مطلق تبھی پائی جائے جبکہ کثرت یعنی باقی اجزا بھی پائے جائیں۔ لیکن تالی تو باطل ہے (کہ واجب تعالیٰ کسی وجود کے اجزا میں کا ایک جز ہو) لہٰذا مقدم (یعنی وحدت بغیر کثرت نہیں پائی جاتی) بھی باطل ٹھیرا۔ سو واجب تعالیٰ کی وحدت فی نفسہٖ پر وحدت اجزائی کا حکم لگانا قیاس مع الفارق ہے۔ لہٰذا اس دلیل کو پیش کرنا ذات واجب میں تثلیث ثابت کرنے کے لئے ایک صریح مغالطہ ہے۔ جسکو ذرا اپنی ایجاد کردہ منطق سے سجا کر پیش کیا ہے تا کہ عوام الناس اسپر مطلع نہ ہوں۔

دوسری دلیل:۔ فرماتے ہیں۔ اگر ذات واجب تعالیٰ کو وحدت کی قید لگائیں (تو تین محال لازم آتے ہیں) ایک تو واجب تعالیٰ بے حد نہیں رہتا۔ دوسرے واحد ہونا نشانی کمال کی نہیں بلکہ نقص کی نشانی ہے۔ تیسرے واحد فی الخارج پایا جاتا ہی نہیں کیونکہ اگر پایا جائے تو اسکو ایک اور وحدت لازم ہوگی۔ پھر اس وحدت کو ایک اور وحدت پھر اسی طرح سلسلہ الیٰ غیر نہایہ چلا جائیگا تو تسلسل لازم آئیگا جو کہ محال ہے۔ لہٰذا محال کا مستلزم یعنی ذات واجب تعالیٰ کا واحد فی الخارج پایا جانا بھی محال ہوا۔

رد:۔ اس کا ردّ بھی تین حصوں پر ہوگا۔ شق اوّل کا ردّ۔ مجھے اعتراض پڑھکر بہت حیرانی ہوئی کہ پادری صاحب ماشاءاللہ پھولے نہیں سماتے۔ ایک بے بدل عالم اور منطقی فلسفی مگر اتنا بھی پتہ نہیں کہ موانع حدیۃ کیا کیا ہوتے ہیں۔ اور حد کی تعریف ہی کیا ہے۔ ایسا بچہ جس نے منطق کا چھوٹا سا رسالہ (مرقات) بھی پڑھا ہو وہ بھی جانتا ہے۔ کہ حد تعریف الشئ بالذاتیات کو کہتے ہیں یعنی کسی چیز کی تعریف اس کی ذاتیات سے کرنی جیسے انسان کی حد میں الحیوان الناطق بولتے ہیں۔ مگر نہ معلوم پادری صاحب نے یہ مسئلہ کس منطق کی کتاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں پڑھا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام ذاتیات کا نام واحد ہی ہے۔ سو اگر اسکو واحد مانینگے تو وہ بیحد نہیں رہیگا۔ سو انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام ذاتیات کا انحصار واحد پر نہیں کہ اگر اس کو واحد مانینگے۔ تو وہ بے حد نہیں رہیگا۔ بلکہ واحد کا تو ذاتیات سے تعلّق ہی کوئی نہیں پھر یہ کہنا کہ اگر واحد مانیں تو بے حد نہیں رہیگا۔ اس بے معنی فقرہ کے کیا معنی ؟

پادریصاحب کا عجیب فلسفیانہ نکتہ:۔ پادری صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو واحد مانیں تو بے حد نہیں رہیگا۔ ہاں اگر اسکو تین اقانیم پر مرکّب مانیں تو بے حد ہوگا خوب منطق فلسفہ میں مہارت ہو تو ایسی ہی ہو۔ کیا ہی اچھا کسی نے کہا ہے "جادو وہ جو سر پہ چڑھکر بولے" اگر واحد مانیں تو خدا تعالیٰ بے حد نہیں رہتا۔ لیکن اگر مرکّب ہو تو بے حد ہوگا ؞

دوسرا محال جو پیش کیا گیا ہے۔ کہ واحد نشانی کمال کی نہیں۔ بلکہ نقص کی نشانی ہے۔ اس کی بابت یہ عرض ہے کہ ایک باعقل انسان خواہ کوئی علم نہ رکھتا ہو وہ بھی جانتا ہے کہ نشانی کمال کی واحد ہونا ہے یعنی بے نظیر واحد ہونا ہی تو کمالی ہے نہ کہ کثیر میں سے ایک ہونا۔ مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ زید تمام جہان میں واحد ہی بادشاہ ہے اس کی سی طاقت والا ایسے غلبہ ورُعب والا اس جیسی فوج والا اور کوئی بادشاہ نہیں تو اس میں یقیناً اس کا کمال ہوگا نہ اس بات سے کہ زید جیسے اور بھی تین بادشاہ ہیں جو اسی طرح طاقت و قدرت میں ہیں۔ پس جب ممکنات میں یہ حالت ہے کہ کمال اس صورت میں ہے کہ زید کا کوئی نظیر نہ پایا جاتا ہو۔ اور نقص اس کا اس میں کہ اسکے اور بھی مشارک ہوں۔ تو کیا وجہ جسکو ممکن الوجود اپنے لئے باعثِ ذِلّت اور ہتک خیال کریں۔ ذاتِ باری تعالیٰ جو سب سے اعلیٰ وارفع ہے اس کا کمال اسکے شریک ٹھیرانے میں ہو۔ افسوس یہ مثال بعینہٖ جہلاءِ عرب کی سی ہے کہ آپ تو لڑکی کو اپنے لئے تو باعثِ ذلّت وہتک سمجھیں اور تمام ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں (معاذ اللہ) ثابت کریں۔ کیا پادری کا دعویٰ بالکل جہلاء عرب کے دعویٰ کے مشابہ نہیں ؟

سو پادری صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کا کمال اسکے واحد ہونے میں ہے نہ کہ اسکو مرکّب اور واسطے کا محتاج ٹھیرانے میں باقی اگر آپ فلسفہ قدیم کو پیش کریں تو اس کی بابت فیصلہ اوپر کر آئے ہیں کہ متنازعہ فیہا چیز۔ اتنے بڑے دعوی کی شہادت میں پیش نہیں ہو سکتی۔ دوسرے جبکہ عقل و مشاہدہ کے خلاف حکم ہو تو بدرجہ اولیٰ اس قابل ہے کہ اس کو پھینک دیا جائے ؞

تیسرا محال کہ اگر واحد فی الخارج خدا تعالیٰ کو مانیں تو اسکو ایک اور وحدت لازم آئیگی۔ اسی طرح پھر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ الیٰ غیر نہایہ چلا آئیگا۔ تو تسلسل لازم آئیگا۔

یہ اعتراض کرنا دو باتوں سے خالی نہیں یا پادری صاحب کا لوگوں کو مغالطہ دینا مقصود ہے یا خود ہی بچارے منطق کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ اور چند اصطلاحیں منطق فلسفہ کی رٹ لیں تا کہ لوگ انکو منطقی فلسفی سمجھیں۔ جاننا چاہیئے کہ سلم العلوم جو منطق کی کتب میں سے ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس کو بے نظیر شرف قبولیت اہل علم میں حاصل ہے اس میں لکھا ہے کہ جب واحد فی الخارج پایا جائے تو اور جو وحدتیں اسکو لاحق ہونگی وہ محض اعتباری یعنی فرضی ہونگی حقیقت میں صرف ایک ہی وحدت پائی جائیگی۔ سو امور اعتباریہ میں تسلسل ان فرضی امور کے انقطاع ہونے سے ہی منقطع ہو جائیگا کیونکہ وہ وحدات محض فرضی معانی میں ہیں نفس الامر میں تو کوئی شئے نہیں اس واسطے ان میں تسلسل بھی محض اعتباری ہی ہوگا۔ ادھر اعتبار منقطع ہوئے ساتھ ہی تسلسل بھی منقطع ہوگیا۔ سو ایسا تسلسل اعتباری امور میں واحد حقیقی خارجی کے منافی نہیں کیونکہ موجود محض ایک ہی ہے باقی تو نفس الامر میں معدوم ہیں جن کو محض فرض ہی کیا گیا ہے۔

دلیل تیسری:۔ اس دلیل کو تین حصوں پر معترض نے منقسم کیا ہے ایک حصہ تو وہی کہ واحد فی الخارج پایا جاتا ہی نہیں ورنہ تسلسل لازم آئیگا۔ اس کا رد کیا جاچکا ہے۔ اس لئے دوسری شق اگر واحد فی الخارج پایا جائے تو یا تو اس طرح ہوگا کہ وہ اپنی نوع کے کثیر افراد میں کا ایک فرد ہے ایسے واحد کو واحد بالتشخص کہینگے۔ جیسے زید اپنی نوع (انسان) کے افراد میں کا ایک فرد ہے۔ اگر ذات باری کو واحد بالتشخص مانیں تو ذات باری کا کسی کلی کی طرف مضاف ہونا لازم آئے گا یعنی اللہ تعالیٰ کسی نوع کے افراد میں کا ایک فرد ہوگا اور یہ محال ہے۔

اسکا رد:۔ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ واحد ہے اور متشخص ہے لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ کسی نوع کے افراد میں کا ایک فرد ہو۔ کیونکہ ذات واجب تعالےٰ یعنی واجب الوجود کسی چیز کے ساتھ اس کی ماہیت میں شریک نہیں دلیل یہ کہ ہر ایک ماہیت جو اس کے سوا ہے امکان وجود کی مقتضی ہے۔ کیونکہ (محض) وجود نہ کسی شئے کی ماہیت ہے اور نہ کسی شئے کی ماہیت کی جز۔ اور ماہیت واجب الوجود بعینہٖ واجب الوجود ہے۔ سو معلوم ہوا کہ واجب تعالیٰ کسی امر کے ساتھ امر ذاتی میں شریک نہیں خواہ وہ امر جنسی ہو یا نوعی (یعنی یہ نہیں کہ واجب الوجود اور دیگر اشیا کی جنس ایک ہو یا نوع ایک ہو۔ کیونکہ اسکے سوا ہر ماہیت وجود امکان کی مقتضی ہے) سو جب واجب تعالیٰ کسی غیر کے ساتھ امر ذاتی میں شریک نہ ہوا۔ تو اس کے اور افراد بھی نہ ہوئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور نہ کسی نوع کے افراد میں کا ایک فرد ہوا۔ (کیونکہ اس کا تو ہم جنس اور ہم نوع ہی کوئی نہیں جبکہ باقی تمام اجسام وجود امکان کے مقتضی ہیں یہ اکیلا صرف وجوب کا۔ سو وہ تو اس میں شامل نہ ہوئے) کہ اس کا تکثر لازم آئے۔ پس پادری صاحب کا یہ کہنا کہ اگر ذاتِ باری تعالیٰ کو واحد مشخص مانیں۔ تو اس کا تکثر اور کسی نوع کے افراد میں کا فرد ہونا لازم آتا ہے یہ محض ان کی خوش اعتقادی ہے۔ لیکن اگر یہ زید والی مثال پیش کرکے اسی پر ذاتِ واجب کو قیاس کریں تو یہ بے علمی کا بیّن ثبوت اور قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ زید ایسا وجود ہے جو کہ ممکنات سے ہے اور جس کی ماہیت میں ہزاروں اسکے شریک ہیں۔ لیکن ذاتِ باری تعالیٰ واجب ہے۔ اور اس کی ماہیت میں بھی کوئی شریک نہیں لہٰذا اس کو زید پر قیاس کرنا صحیح نہیں ؛

تیسری شق اسی دلیل کی معترض نے یہ پیش کی ہے۔ کہ ”مسلمانوں کا اپنا دل محض وحدت کو نہیں مانتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آجتک واحد کی تعریف کرنیکی کسی کو جُرأت نہیں ہوئی زیادہ سے زیادہ سورۃ اخلاص پڑھکر سُنائی اور یہ سورۃ اس قابل ہی نہیں کہ اسے تعریف کہا جاسکے۔ کیونکہ یہ محض چند سوالب اکٹھے کیئے گئے ہیں اور سوالب سے تعریف کرنی کسی صورت میں بھی صحیح نہیں“۔ پھر آگے پادریصاحب کہتے ہیں۔ ”وحدت محضہ کے بیان و اظہار کے لئے قرآن (کریم) میں کوئی خاص لفظ موجود نہیں“۔

اس کا ردّ۔ مثل مشہور ہے۔ ”کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا“ ظاہر تو یہ کیا جاتے کہ فاضل اجل عالم بے بدل مولوی پادری و سلطان المناظرین۔ لیکن قرآن کریم کے جاننے سے بالکل کورے کے کورے۔ مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر پادری صاحب کو ترجمۂ قرآن کریم آتا ہوتا اور ان میں انصاف کا کوئی ذرہ باقی ہوتا تو خلافِ واقعہ نہ لکھتے کہ سورۃ اخلاص محض چند سوالب کا مجموعہ ہے۔

ہر ایک انسان جسے عربی زبان سے کچھ بھی مَس ہو جاتا ہے کہ قل ھو اللّٰہ احد محض موجبہ ہے۔ اللّٰہ الصّمد بھی محض موجبہ ہے ان دونو موجبوں میں دو علیحدہ علیحدہ دعوے ہیں جن کی تائید میں دلیل کے طور پر اور جملے آئے ہیں ایک دعویٰ اللّٰہ الصّمد میں ہے اس کی تشریح لم یلد ولم یولد میں کی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دعویٰ جو اللّٰہ الصّمد میں کیا ہے وہ اس لئے کہ وہ ان دو باتوں سے جو کہ لم یلد ولم یولد سے عیاں ہیں پاک ہے۔ اسی طرح جو دعویٰ کہ قل ھو اللّٰہ احد میں ہے تو اس کے احد ہونیکی دلیل یہ بیان کی کہ لم یکن لہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کفواً احد کہ اس کا کوئی کفو نہیں اس لئے لازمی ہے کہ وہ احد ہو۔ تو گویا لم یکن لہ کفواً احد فی نفسہٖ کوئی دعویٰ نہیں پیش کرتا۔ بلکہ پہلے دعویٰ کی تائید اور دلیل میں آیا ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ اصلی مقصد یا مدعا موجبات میں پیش ہوا۔ پھر ان کی تائید و تشریح میں ان کے لئے بطور شواہد ایسے سوالب جملے لائے گئے جن میں فی نفسہٖ کوئی دعویٰ نہیں۔ اب اس سورۃ کو محض سوالب کہنا دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے یا تو پادری صاحب سادہ مسلمان لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں اور یا خود ہی بچارے قرآن کریم کے فہم سے عاجز ہونگے ؎

دوسرے پادری صاحب نے جو کہا تھا کہ سوالب سے وجودی شئے کی تعریف ہو سکتی ہی نہیں یہ ان کے علم عربی سے ناواقف ہونے پر ایک بیّن دلیل ہے۔ دیکھو مختصر المعانی اور مطول اور فصاحت و بلاغت کی بڑی بڑی کتابیں جو کہ بڑے بڑے ائمہ کرام نے تصنیف فرمائی ہیں فصاحت فی الکلمہ اور فصاحت فی الکلام وغیرہ ان وجودی اشیاء کی تعریفیں محض سوالب سے کی گئی ہیں۔ لیکن پادری صاحب نے کسی مسجد کے مُلّاں سے چند گردانیں سیکھ کر اپنے آپکو اس قابل سمجھ لیا کہ جو مجھے نہیں آتا وہ ہے ہی غلط۔ کیا ہی اچھا کہا گیا ہے ؎

کیڑا جو دَب رہا ہے گوبر کی تہ کے نیچے ؎ اس کے گماں میں اس کا ارض و سما یہی ہے

باقی یہ جو آپ نے کہا ہے کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کے واحد ہونے کی تعریف ہی نہیں پائی جاتی۔ یہ معترض کی لاعلمی پر ایک اور بیّن ثبوت ہے۔ آؤ میں آپکو جامع مانع تعریف واحد کی قرآن کریم سے بتاؤں۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی تعریف میں آتا ہے۔ خالق کل شیئٍ۔ یہاں خالق مضاف اور کل شیئٍ مضاف الیہ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مضاف اپنے مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے۔

اسی طرح خالق واحد غیر ہے کل شیئٍ مضاف الیہ کا اور کل شیئٍ کا مفہوم سوائے خالق واحد کے باقی تمام اشیاء کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے حتّٰی کہ اقانیم وغیرہ بھی۔ کیونکہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ ابن یعنی یسوع مسیح اور روح القدس ذاتِ باری کا عین نہیں بلکہ غیر ہیں۔ لہٰذا وہ بھی کل شیئٍ میں داخل ہوئے ورنہ کل شئے کا حصر باطل ؎

یہ حصر تو جبھی صحیح ہوگا۔ جبکہ سوائے خالق واحد مضاف کے باقی تمام اشیاء کیا اقانیم یا غیر اقانیم کل شیئٍ میں داخل ہوں۔ کیونکہ کل کی قید تبھی صحیح ہو گی۔ اور علم منطق کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک فرد بھی حکم سے خارج ہو تو کُل کا حکم غلط ہوتا ہے۔ سو کُل کا حکم لگانا اسی صورت میں صحیح ہے جبکہ دو اقنوم بلکہ ایک بھی خارج عن الحکم نہ مانیں۔ سو جب کل شیئٍ مضاف الیہ میں سوائے خالق واحد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے جو کہ مضاف ہے سب کچھ آگیا۔ تو اس کا واحد ہونا خود بخود ثابت ہو گیا۔

اب رہا اس تعریف کا جامع مانع ہونا۔ سو جاننا چاہیئے۔ کہ آیت مذکورہ بالا سے ذات باری کا خالق مطلق ہونا یعنی بغیر آلہ یا واسطہ کے ثابت ہے۔ سو جب وہ مطلق طور پر خالق کل شیٔ ہوا تو وہ قادر اور کامل بھی ہوا۔ جب قادر ہوا تو مالک بھی ہوا۔ کیونکہ وہی خالق ہے باقی جو اشیاء زندگی میں انسان کو ضروری ہیں مثلاً کھانے پینے کی چیزیں لباس سواریاں اور زر و مال وغیرہ وغیرہ۔ الغرض خواہ کروڑوں کی تعداد میں یا اس سے بھی زیادہ اشیاء ہوں وہ سب کی سب جملۂ کل شیٔ میں داخل ہیں (ورنہ حصر باطل) جب ایسا خالق ہوا کہ ایک ذرہ بلکہ ذرہ کا بیسواں چالیسواں حصہ بھی اسی کی خلق میں شامل ہوا تو اسکا پُر جلال طور پر قادر مطلق ہونا اور رزاق جسمانی ہونا ثابت ہوا اور اسی طرح بغیر کسی عوض و بدلہ کے مخلوق کو پیدا کر کے ان کے لئے ہر طرح کے سامان مہیا فرمائے تو رحیم و کریم بدرجہ اولیٰ ہوا۔ الغرض خالق کل شیٔ میں سے خالق کے لفظ سے تمام صفات حسنہ معمولی سا غور کرنے سے ثابت ہو جاتی ہیں +

اب رہا اس کا مانع ہونا سو دلیل کا محتاج ہی نہیں اسپر دلیلیں دینا تو تحصیل الحاصل ہی ہو گا۔ کیونکہ کون ہے ذات واجب کے سوا جو کہ خالق کل شیٔ ہو صرف وہی ایک ذات پاک ہے جس کو اس دعویٰ کرنیکا حق حاصل ہے کہ میں خالق کل شیٔ ہوں سو یہ تعریف تو درجۂ اولیٰ مانع ہوئی +

چوتھی دلیل فرماتے ہیں کہ "واجب تعالیٰ کا مفہوم دو صورتوں سے خالی نہیں یا کلی ہو گی یا جزئی اگر کلی ہو تو ہمارا مقصود حاصل اگر جزئی حقیقی ہو یا اضافی تو پھر کسی کلی کے نیچے درج ہو گی تو اس کا تکثر لازم آیا" اس کے کئی جواب ہیں :-

اوّل۔ اوّل تو مفہوم کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر صحیح نہیں کیونکہ مفہوم اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کی ذاتیات کا علم ہو مثلاً زید کی بابت ہمیں پتہ ہے۔ کہ وہ حیوان اور ناطق سے مرکب ہے۔ اور اس کی ماہیت انہی دو سے مرکب ہے اور وہ انسان کے افراد میں کا ایک فرد ہے تو زید پر ہم مفہوم کا اطلاق کر سکتے ہیں۔ لیکن ذات باری تعالیٰ ایک ایسی ہستی ہے جس کی ذاتیات کا کسی کو علم ہی نہیں اس لئے اسپر ہم مفہوم کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ اور بھی جہاں ہم مفہوم کا اطلاق کرینگے باعتبار اس کی ذاتیات کے علم ہونیکے کرینگے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن جس چیز کی ذاتیات سے ہم بے خبر ہیں۔ محض اس کی صفات سے ہم نے اس کو دیکھا ہے اس پر مفہوم کا اطلاق ہی صحیح نہیں ؛

دوسرا جواب۔ خدا تعالیٰ کی تمام خدائی کو کُلی اور جزئی میں محصور کرنا یہ اعتبار للمتنافیین ہے۔ یعنی ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو غیر متناہی اور بے انتہا مانا جاتا ہے اور اسکے علوم و امور کو بھی لاانتہا مانا جاتا ہے مگر دوسری طرف ان سب کا ایسا حصر کرنا کہ خدا تعالیٰ بھی باہر نہ رہے سو یہ حصر کرنا بالکل باطل ہے کیونکہ اس طرح اعتبار للمتنافیین صحیح ماننا پڑتا ہے ؛

تیسرا جواب۔ اگر تمام موجودات ارضی ہوں یا فلکی، خاکی ناری مادی یا غیر مادی معلوم ہوں یا مجہول بالفعل ہوں یا بالامکان ان سب کو ایک انسانی قاعدے کے مطابق اس طرح حصر کرنا کہ خدا تعالیٰ بھی باہر نہ رہے گویا اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام مقدورات و علوم اور اس کی تمام مخلوق۔ بلکہ وہ خود اتنے ہی معدود ہیں جن کا ایک عاجز انسان آسانی سے احاطہ کر سکتا ہے ؛

پس تمام الٰہی کاروبار کو ایک عاجز انسان کے حصر میں محصور کرنا۔ اور کہنا یہی کچھ ہے جو کچھ اس میں محصور ہے حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ خود بھی (معاذ اللہ) اسی میں شامل ہے یہ محض جہالت ہے ورنہ بتاؤ کہ انسان عاجز اور خدا تعالیٰ میں فرق ہی کیا رہا۔ جبکہ اللہ تعالےٰ بھی بوجہ خالق ہونیکے دعویٰ کرے کہ میں تمام اشیاء کو جانتا ہوں۔ اور "فضل مسیح" بھی یہی کہے کہ میں نے بھی ایک قاعدہ حصر کرنیکا بنایا ہے جس میں تمام کی تمام خدائی بلکہ خود خدا تعالےٰ بھی (معاذ اللہ) محصور ہے۔ پس تمام اللہ تعالیٰ کے امور و علوم اور تمام مخلوق کو اس طرح حصر کرنا اور دعویٰ کرنا کہ اس حصر سے خدا تعالیٰ بھی باہر نہیں یہ جہالت ہے ؛

چوتھا جواب۔ کیا اس کلی و جزئی کے موجد وہی حضرات نہیں جو کہ آجتک فلک کی ماہیت سمجھنے سے بھی عاجز ہیں کہ آیا مادی ہے یا غیر مادی موجود یا موہوم مجسم ہے یا غیر مجسم بڑے بڑے منطقی فلسفی آجتک اسکو ہی حل نہیں کر سکے۔ جو کہ جملۂ مخلوق کا ایک فرد ہے۔ جب یہ حالت ہے کہ مخلوق کی تمام حقائق کی خبر ان کو آجتک نہیں ہوئی تو خالق جو ایک ایسی ہستی ہے جس کو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ دل و دماغ اس کا تصوّر کر سکتے ہیں۔ اسپر کلیہ قاعدے کا حصر کس قدر نادانی ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پانچواں جواب - اگر ہم ایک منٹ کے لئے فرض بھی کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اسی حصر میں (نعوذ باللہ) داخل ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جزئی حقیقی (ما یمنع عن الشرکۃ غیرہ) ہے لیکن وہ کسی کلی کے افراد میں کا ایک فرد نہیں جیسا کہ ہم اوپر بتا کر آئے ہیں کہ اس کی ماہیت میں اس کا کوئی شریک ہی نہیں۔ اس لئے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی وہ کسی نوع کے نیچے درج ہے۔

پانچویں دلیل

:- کہتے ہیں۔ اگر ذات علۃ العلل (خدا تعالیٰ) کو واحد محض فرض کیا جائے تو اس سے معلولات کا صدور محال مطلق ہے یہی وجہ ہے کہ علماء فلسفہ کو عقول عشرہ کی فکر دامنگیر ہوئی۔

اس کا جواب۔ معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب کو پھر وہی انجیلی عاجز خدا جو کہ بالکل بے در اور بے گھر ہے جس کی بادشاہت نہ زمین پر ہے نہ آسمان پر۔ یاد آگیا ہے۔ ایسے عاجز سے کثیر معلولات کیا ایک معلول کا صدور بھی محال مطلق ہے۔ لیکن وہ خدا پاک جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں جس کو قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ وہ خالق کل شئی بلا واسطہ و آلہ ہے وہ قادر و مطلق خدا ہے اور اس سے ایک عالم کیا بلکہ ہزاروں ایسے عالموں کا صدور بھی محال نہیں کیونکہ ہمارے خدا کی ایک صفت قادر مطلق بھی ہے (جس کو انجیل مقدس بھی مانتی ہے) سو اگر وہ مخلوق کے پیدا کرنے میں آلہ یا واسطہ کا محتاج ہو تو وہ قادر مطلق نہیں رہتا بلکہ عاجز۔ محتاج بلکہ احوج ہوگا اور یہ ہمارے خدا کی شان کے منافی ہے لیکن اگر کوئی ایسا خدا بھی کتاب مقدس سے ثابت ہے تو ایسے وجود کو خدا کہنے کو دنیا تیار نہیں۔ چہ جائیکہ اسکو قادر یا خالق مانے سو ایسے عاجز کو ہم انسان کہینگے۔ یا اور کوئی حکمنات میں سے اس کا نام رکھ دینگے یا یہ سوال ان لوگوں کے سامنے پیش کریں جن کا خدا مخلوق کو پیدا کرنے میں آلات و وسائط کا محتاج ہے ان کو اس سوال کے جواب کی فکر کرنی چاہیئے۔ ہمارا خدا قادر مطلق خدا و خالق کل شئی بلا واسطہ ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں پڑتا۔

آگے اس دلیل کے ضمن میں پادری صاحب کہتے ہیں "کہ اگر محض واحد فرض کیا جائے تو اگر اس سے دو یا زیادہ معلول صادر ہوں تو اصل (خدا تعالیٰ) کی ترکیب (اس کا مرکب ہونا) لازم آئیگا"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کا ردّ:- جاننا چاہیئے۔ کہ معلولات کا صدور کثیر ہوں یا واحد باعتبار صفات کے ہوتا ہے اور صفات کی قلت و کثرت کی وجہ سے اس موصوف کی ماہیت کی ترکیب و توحید لازم نہیں آیا کرتی۔ بلکہ صفات کا ماہیت کی ترکیب و توحید پر کچھ بھی اثر نہیں۔ ماہیت کی ترکیب و توحید جسم کے اجزاء سے مرکب ہونے پر یا بسیط ہونے پر ہے یعنی ترکیب و توحید سے تعلّق ان اجزا کا ہوتا ہے۔ جن سے کسی شئے کی ماہیت قائم ہوتی ہے اور وہ اجزا ماہیت کے لئے مقوّم ہوتے ہیں۔ جیسے زید کے لئے حیوان اور ناطق۔ اور صفات کا تعلّق ذات سے باعتبار ترکیب و توحید کچھ نہیں اور اجزا اور صفات میں فرق ظاہر ہے۔ پس صفات کا کسی کی ذات کی ترکیب و توحید پر کوئی اثر نہیں +

پھر پادری صاحب اس دلیل کے ضمن میں گویا ہیں کہ "مسئلہ کثرت فی الوحدت کا کھلا کھلا اقرار علماء اسلام کو بھی کرنا ہی پڑا کہ لایصدر عن الواحد الّا الواحد کے جواب سے قاصر ہو کر اس کی کچھ حیثیّات مقرر کردیں۔"

ردِّ اوّل:- یہ پیش کردہ مقولہ محال کو مستلزم ہے لہٰذا یہ خود بھی محال ہُوا۔ وجہ محال اس طرح کہ خدا تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ میں سے ایک قادر دوسری غنی۔ تیسری کامل۔ چوتھی خالق مطلق بھی ہیں۔ جیسا کہ پادری صاحب خود اسی رسالہ کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں "الوہیم تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں واجب و کامل ہے" اگر اس مقولہ کو صحیح مانیں تو کیا دوسرے لفظوں میں یوں نہ کہینگے۔ کہ خدا تعالےٰ بلاواسطہ دو یا تین معلولات کے صدور پر بھی قادر نہیں غیر قادر یعنی عاجز ہے جب عاجز ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ کثیر معلولات کے صدور کے لئے کسی آلے یا واسطے کا محتاج ہو تو پھر بجائے غنی ہونیکے محتاج بھی ہُوا۔ جب یہ دو نقص پائے گئے تو خالق مطلق تو بدرجہ اولیٰ نہ رہا۔ بلکہ خالق بواسطہ آلہ ہُوا۔ تو کامل بھی نہ رہا۔ لہٰذا چار صفات (قادر۔ غنی۔ خالق مطلق۔ کامل) کی بجائے چار عجز (عاجز۔ محتاج۔ خالق بطفیل آلہ یا واسطہ وغیر کامل) اس میں پائے گئے۔ اور چار کیا بلکہ ایک عجز کا پایا جانا بھی ذاتِ باری میں محال ہے لیکن یہاں تو چاروں ہی نہیں۔ اس لئے یہ بدرجۂ اولیٰ محال ہُوا اور یہ محال اسی واسطے لازم آیا۔ کہ ہم نے اس مقولہ لا یصدر عن الواحد الّا الواحد کو صحیح تسلیم کیا۔

دوسرا جواب:- کیا مقولہ ہذا کے موجد وہی صاحب نہیں ہیں جن کی بابت اوپر فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ خود بچارے خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے تو پھر انکا خدا تعالیٰ پر ایسا حکم لگانے کے کیا معنے +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چھٹی دلیل :۔ اگر ذاتِ باری تعالیٰ کو کثرت سے خالی مانا جائے تو ممکنات کا صدور اس سے محال ہے۔ کیونکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کثرت کا علم عالم کائنات کو ازل سے تھا یا نہیں اگر نہیں تو یہ نقص ہے اگر تھا اور ازلی اور حضوری تھا تو اس کی ترکیب لازم اور دوسرے ہم نے اسکو خالی عن کثرت فرض کیا تھا۔

اس کا جواب۔ تفصیلاً پانچویں دلیل کے ردّ میں دیا جا چکا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وجود سے مخلوقات کا بغیر واسطہ پیدا کرنا محال ہو وہ خدا نہیں۔ بلکہ وہ انسان یا اور کوئی ممکنات میں سے ہوگا۔ دوسرے اس کو علم ازل سے ہونا سو اسکے بارے میں یہ عرض ہے کہ اس کو ازل سے کثرت کا صرف علم ہی نہیں بلکہ وہ کثرت کا خالق بالفعل بھی رہا ہے۔ کیونکہ اس کی صفت خالقیت کوئی نئی ایجاد کردہ صفت نہیں بلکہ قدیم سے باقی صفات کی طرح چلی آتی ہے۔ کیونکہ اگر پہلے وہ خالق نہ تھا اور بعد میں ہوا تو یہ کمزوری اور نقص ہے جس سے اس کی ذات پاک منزہ ہے بس۔ جیسے وہ ازل سے ہی خالق ہے کثیر کا ویسے ہی وہ عالم بھی ہے کثیر کا باقی جو استحالہ پیش کیا ہے کہ اس طرح اس کی ترکیب لازم آئیگی۔ اس کی تردید پیچھے ہو چکی ہے۔ کہ علم بھی کثرت کا ہو یا قلت کا یہ باقی صفات میں سے ایک صفت ہے اور صفات کی کثرت و قلت کا اثر ماہیت کی ترکیب و توحید پر کوئی نہیں پڑتا جیسے ہم نے اوپر مثال دیکر واضح کیا ہے۔ اور تمام صفات حسنہ اور علوم اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس طرح نہیں کہ وہ کوئی علیحدہ ہیں جو اس کو عارض ہیں یا اس میں حلول کیئے ہوئے ہوں۔ بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ ایک کامل وجود ہے اور کامل جبھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ فی نفسہٖ تمام صفات حسنہ اور جمیع علوم اعلیٰ کو ضمن اس طرح لئے ہو کہ وہ اس کا غیر نہ ہوں باقی آپکا یہ فرمانا کہ ہم نے اس (اللہ تعالیٰ) کو کثرت سے خالی فرض کیا تھا۔ سو اس بارے میں یہ عرض ہے اگر آپ نور اور دن کو رات اور اندھیرا فرض کرلیں تو وہ نور اور دن اندھیرا اور رات نہیں ہو جائینگے۔ اس لئے کہ آپنے اسکو فرض کیا ہے۔ لیکن بفرضِ محال اگر کوئی ایسا بے حس و حرکت مٹی کا باوا خدا موجود ہو جو جمیع صفات و علوم سے خالی ہو اور کتاب مقدس سے ثابت بھی ہو تو وہ آپکو مبارک ہو ؎

ساتویں دلیل :۔ "اگر اقانیم کا انکار کیا جائے تو ذات ازلی و غیر محدود سے عالم حادث و محدود کا صدور ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر ذاتِ واجب کو اس عالم کا علّت تامہ مانیں تو لازم آتا ہے کہ عالم بھی ازلی ہو۔ کیونکہ علّت تامّہ سے تخلّفِ معلول ممتنع ہوتا ہے"

اس کا جواب۔ اوپر کئی بار اس کا ردّ ہو چکا ہے۔ کہ اگر ذاتِ واجب پیدائشِ مخلوق میں کسی واسطہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا علّتِ محدثہ وغیرہ کا محتاج ہو تو اس کا محتاج الی الغیر ہونا لازم آتا ہے۔ اور غیر کا محتاج الیہ ہونا اور ذاتِ اقدس کا محتاج ہونا ذاتِ باری کے منافی اور محال ہے جو محض اسی دعویٰ سے لازم آیا کہ اس کی ذات سے عالم کا صدور محال ہے تو ثابت ہُوا کہ یہ دعویٰ خود ہی محال ہے۔ کیونکہ یہ مستلزم للمحال ہے۔ لیکن اگر ایسا عاجز خدا ہے (جیسا کہ انجیلی خدا ہے) تو اس عاجز کی مشکل دو یا تین اقنوم کے حصول سے نہیں حل ہوگی۔ بلکہ اسکو تو موجودات کی تعداد کے برابر اقنوم ملنے چاہئیں۔ کیونکہ جب وہ خدا ہوتے ہوئے اس لائق ہے کہ بمشکل اُس سے ایک معلول کا صدور ہو تو اقانیم تو بچارے بدرجۂ اولیٰ اس قابل ہونگے کہ صرف مشکل سے ایک معلول کے صدور پر قادر ہوں لیکن خدا تعالیٰ کی مخلوقات موجودات تو غیر متناہی ہی ہے۔ لہٰذا اس کو اقانیم بھی غیر متناہی ہی چاہئیں۔ کیونکہ جب اب یعنی حقیقی خدا صرف ایک معلول کے صدور پر قادر ہے تو بیٹا (یسوع مسیح) تو محتاج بلکہ احوج ہے (جیسا کہ کتاب مقدس سے ثابت ہے) اور روح القدس تو بالکل ہی عاجز ہے۔ کیونکہ وہ اس پرندہ (کبوتر) کی شکل میں ابن (یسوع مسیح) پر نازل ہُوا تھا جو کہ بلی کو دیکھ کر اُڑنے کی تو طاقت نہیں رکھتا بلکہ آنکھیں بند کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب مَیں چھپ گیا ہوں۔ سو ان تینوں (اب ابن روح القدس) سے تو بمشکل تین ہی معلول صادر ہونگے پھر وہی مصائب کا پہاڑ کھڑا رہا۔ اس لئے اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ لاانتہا اقانیم اس کو حاصل ہوں۔ باقی رہا تیسرا استحالہ کہ اس طرح مخلوق کو ازلی ماننا پڑیگا ٭

سو اس کی بابت عرض ہے۔ کہ جس طرح خدا تعالیٰ جمیع صفات حسنہ کا ازل سے ہی مالک ہے ویسے ہی صفت خالقیت کا بھی مالک ہے۔ اور مخلوق پیدا کرتا رہا ہے اگر کہیں کہ پہلے خالق نہیں تھا بعد میں ہُوا۔ یہ اس کی ذاتِ پاک کے منافی ہے۔ سو جس طرح وہ ازل سے ہی قادر ہے ویسے وہ خالق بھی ہے سو اس لئے مخلوق من حیث الافراد حادث ہے اور من حیث ھی ھی قطع نظر عن الافراد قدیم ہے ورنہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ پر ایک ایسا زمانہ آیا تھا جبکہ وہ خالق نہیں تھا سو تالی تو باطل (یعنی ایسا زمانہ تھا جبکہ خدا تعالیٰ خالق نہیں تھا) اور مقدم بھی ایسا ہی باطل (کہ مخلوق من حیث ھی ھی قطع نظر عن الافراد حادث ہو) سو مخلوق من حیث الافراد حادث اور من حیث ھی ھی قطع نظر عن افراد قدیم ہے ٭

آٹھویں دلیل :- پادری صاحب کہتے ہیں۔ "اگر واجب تعالیٰ علّت تامہ ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور عالم حادث اس کا معلول ہے تو لامحالہ افادۂ ازلی منزہ ہونے اور وقت معین میں اس سے معلول کے صدور و حدوث کے لئے علّت محدثہ کی ضرورت ہے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی آگے فرماتے ہیں "علّت محدثہ خدا کا کلام (یسوع مسیح) ہے اسی کے وسیلے سے خدا باپ نے عالم پیدا کیئے"

جواب۔ اس دلیل کی دو شقیں ہیں:۔

اوّل تو یہ کہ واجب تعالیٰ علّت تامّہ ہے اور عالم حادث کا صدور اس سے وقتِ معین میں ہُوا ہے اس لئے اُسکو علّت محدثہ کی ضرورت ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ جس طرح ذاتِ باری کو حدوث کی قید نہیں لگ سکتی۔ اسی طرح عالم یعنی مخلوق من حیث ھی ھی کو حدوث کی قید نہیں لگ سکتی اس لئے اس کو علّتِ محدثہ کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ اگر وہ بغیر علّت عالم کی پیدائش سے ایسا ہی عاجز ہو جیسے کُمہار بغیر مٹّی اور آلات کے عاجز ہوتا ہے تو یہ ایک صریح نقص ہے جس سے اُسکی ذات پاک ہے۔

ایک اور جواب۔ یہ قول ہی محال ہے۔ (کہ ذاتِ باری کو عالم کی پیدائیش میں علّتِ محدثہ کی ضرورت ہے) کیونکہ مستلزم للمحال ہے اور مستلزم للمحال خود محال ہُوا کرتا ہے۔ وجہ محالی یہ کہ جب ہم یہ کہینگے کہ ذاتِ واجب کو عالم کی پیدائیش میں علّتِ محدثہ کی ضرورت ہے تو دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خالق بالفعل ہونے میں علّت محدثہ کا محتاج ہے۔ اور بغیر اسکے مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ تو اس طرح ذاتِ باری تعالیٰ کا غیر قادر عاجز اور محتاج ہونا لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔ اور یہ محال تبھی لازم ہے کہ جب ہم اس قول (کہ ذاتِ باری کو عالم کی پیدائیش میں علّتِ محدثہ کی ضرورت ہے) کو صحیح مانیں پس خلاصہ کلام یہ کہ یہ قول ہی محال ہے کیونکہ یہ مستلزم للمحال ہے۔

اور اگر فرض بھی کرلیں کہ اس کو علّت محدثہ کی ضرورت ہے تو عرض یہ ہے جب وہ باوجود علّت تامہ ہونے کے صرف اتنی ہی قدرت رکھتا ہے کہ صرف ایک معلول کے صدور پر بمشکل قادر ہو تو ایسی نازک حالت کے ہوتے ہوئے ایک علّت محدثہ سے یہ توقع کرنی کہ وہ تمام مخلوق کے لئے علّت ہے اور کل تمام اشیاء کا صدور اس سے ہوگا۔ اس کے کیا معنے؟ سو بموجب اس منگھڑت قاعدہ کے (جو پادری صاحب نے پیش کیا ہے) یہ چاہیئے کہ موجودات سے کم از کم دو یا تین گنا زیادہ علل محدثہ ہوں نہ کہ ایک ایک پر حصر کرنا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں۔ لیکن تالی تو باطل ہے (کہ اس کو عالم کی پیدائیش کیلئے موجودات سے تین گنا علل محدثہ چاہئیں) لہٰذا مقدم بھی باطل (کہ ذاتِ واجب کو عالم کی پیدائیش میں علت محدثہ کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضرورت ہے)

نویں دلیل:- کہتے ہیں "اگر ذاتِ باری کو واحد محض مانیں تو لازم آتا ہے۔ کہ اس سے کوئی معلول نہ صادر ہو دوسرے اس کو جمیع صفات سے خالی ماننا پڑیگا ورنہ لازم آئیگا۔ کہ کئی اور متعدد ہستیاں ازلی ہوں۔ سو یا تو اس کو واحد مانو اور بالکل صفات سے خالی مانو تو اس کا عدم وجود برابر ہی ہوگا یا اس میں صفات مانو تو اس کی کثرت کے قائل ہو جاؤ"

جواب۔ کہتے ہیں۔ کسی کنوئیں میں ایک اندھا مینڈک رہا کرتا تھا۔ اور اسی کنوئیں میں کہیں بدقسمتی سے ایک سمندر کا مینڈک گر گیا۔ تب کنوئیں کا اندھا مینڈک لگا اس کو پوچھنے۔ کہ بتا تو سہی کہ تمھارا سمندر کتنا بڑا ہوتا ہے؟ اس نے کہا کہ بہت بڑا۔ اس پر کنوئیں کے مینڈک نے چھوٹا سا چکر کنوئیں میں لگایا کہ کیا اتنا بڑا ہوگا؟ اس نے کہا نہیں وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ پھر اس نے پہلے سے دوگنا چکر لگایا۔ کہا اچھا بھلا زیادہ سے زیادہ اتنا بڑا ہوگا؟ اس نے کہا نہیں وہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ پھر اس نے نصف کنوئیں کا چکر لگایا اور کہا کہ اس سے بڑا تو نہیں ہوگا؟ اُس نے کہا نہیں میاں وہ تو سارے کنوئیں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ سو وہی بات پادری صاحب کی ہے۔ خشک دماغ متفلسفی کے منگھڑت مقولہ کو لیکر اور اپنے انجیلی عاجز۔ اور بے در بے گھر خدا کا نقشہ دماغ میں رکھ کر یہ پاپڑ پیش کر رہے ہیں کہ اگر صفات مانیں تو خدا تعالیٰ کی ترکیب لازم آئیگی۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ صفات کو پادری صاحب نے کیا سمجھا ہے صفات کوئی وجودی شے تو ہوتی نہیں کہ وہ قائم بنفسہٖ کوئی اجسام ہوں اور ان کی موجودگی سے ذاتِ باری تعالےٰ کی ترکیب لازم آئے۔ سو صفات نہ ہی کوئی اجسام ہیں اور نہ ہی بنفسہا قائم اور ذاتِ الٰہی کا غیر ہیں کہ ترکیبِ ذاتِ اقدس لازم آئے بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات کامل ہے۔ اور کمال تبھی ہو سکتا ہے جبکہ مع دیگر شرائط تکمیل کے جمیع صفات حسنہ اس میں اس طرح پہ پائی جائیں کہ کوئی علیحدہ چیز نہ ہوں۔ کیونکہ اگر وہ غیر ہوں یا اُن میں بطور حلول اتحاد ہو تو بھی نقص ہے۔ سو صفات کا ذاتِ باری میں پایا جانا اس طرح پر ہے کہ علیحدہ قائم نہیں بلکہ ذاتِ باری ایک کامل ہستی ہے اور کامل تبھی ہو سکتی ہے۔ جبکہ جمیع صفات اسکو بذاتہٖ حاصل ہوں۔ سو ترکیب ذاتِ باری تو تب لازم آئے۔ جبکہ صفات کوئی وجودی شے اور قائم بنفسہا ہوں لیکن تالی تو باطل (کہ صفات وجودی شے اور قائم بنفسہٖ ہوں) لہٰذا مقدم بھی باطل کہ صفات ہونے سے ذاتِ باری کی ترکیب لازم آتی ہے:

آگے پادری صاحب لکھتے ہیں "کہ ہم الوہیم اقدس کو من حیث الذات واحد مانتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور من حیث الاقانیم ثالوث "

اب عرض یہ ہے کہ اقانیم دو صورتوں سے خالی نہیں کہ یا تو یہ اقانیم وجودی ہیں یا امتیازی وجودی تو ہو نہیں سکتیں کیونکہ اس طرح ایک تداخل الاجسام لازم آئیگا جو کہ محال ہے اور اسی طرح تداخل الابعاد بھی محال ہے۔ دوسرا محال آپ کا واحد من حیث الذات کہنا باطل کیونکہ اسکے اجزا تین اقنوم ہوئے اور اس طرح ذات باری بدا ہتہً مرکب ماننی پڑیگی (لیکن تالی تو باطل ۔کہ خدا تعالیٰ مرکب ہو) لہٰذا مقدم بھی باطل (یعنی اقانیم وجودی نہ ہوں) اگر اعتباری کہو تو اس کی بھی دو ہی صورتیں ہیں تیسری کوئی نہیں کہ وہ اقانیم بطور اجزا فرض کریں (جیسے حیوان اور ناطق انسان کے لئے) یا بطور صفات ہوں اجزا ہونا تو باطل ورنہ پھر ذات باری کی ترکیب انسان کی طرح لازم آئیگی۔ لیکن اگر بطور صفات کہو تو یہ حصر باطل۔ یعنی اقانیم کا تین ہونا کیونکہ صفات تو ذات باری کی غیر متناہی ہیں اور بے انتہا ہیں لہٰذا اقانیم بھی غیر متناہی اور بے انتہا ہونی چاہئیں۔ یہ حصر دو یا تین میں کرنا صریحاً باطل اور دوسرے اگر اقانیم بطور صفات مانیں تو یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ ماہیت کی مقوم اجزا ہوتے ہیں نہ کہ صفات۔ تو پھر من حیث الاقانیم ثالوث بننا باطل ہوا۔

پھر پادری صاحب کہتے ہیں "پس کثرت و وحدت واجب تعالیٰ میں من حیث ھو ھو ہے"۔ یہ بالکل بے معنی فقرہ ہے جس کے کوئی معنے ہی نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ پادری صاحب نے اس کی تشریح کرنیکی طرف نظر تک نہیں اٹھائی۔ اور اس بے مطلب اور غلط فقرہ کی تشریح کر ہی کیا سکتے تھے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس مہمل فقرہ کا مطلب پادری صاحب کو خود بھی سمجھ نہیں آیا ورنہ وہ کبھی نہ اس کو بولتے۔ کیونکہ وحدت اور کثرت دو متضاد امر ہیں جن کا ایک اعتبار سے اجتماع بالکل منع اور خلاف قیاس ہے۔ اور دو مختلف متضاد چیزیں خواہ وجودی ہوں یا اعتباری ہوں ایک اعتبار سے ان کا اجتماع ممنوع ہے لیکن پادری صاحب نے دونو متضاد کو بولکر آگے اعتبار واحد کو پیش کیا جو کہ صریح غلطی ہے یا مغالطہ ہے۔ سو ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ فقرہ بالکل غلط ہے۔ اگر ذات باری کا واحد ہونا من حیث ھو ھو اعتبار سے ہے تو ضرور ہے کہ ذات واجب کا کثیر ہونا کسی اور اعتبار سے ہو۔ کیونکہ دو متضاد امور کا ایک اعتبار سے اکٹھا ہونا باطل ہے۔ سو اگر ذات واجب تعالیٰ واحد من حیث ہو ہو کے اعتبار سے ہے تو اس اعتبار سے اس کا کثیر ہونا باطل اگر اس اعتبار سے وہ کثیر ہے تو اس اعتبار سے اس کا واحد ہونا محال ہے بہر صورت یہ فقرہ بالکل بے معنی اور غلط ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قصہ کوتہ

یہ تمام کا تمام رسالہ ایک صریح مغالطہ ہے جو کہ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے منطقی فلسفی رنگ میں پیش کیا گیا ہے تاکہ عوام الناس اس میں بغیر سوچے ہی پھنس جائیں ورنہ اگر پادری صاحب کی غرض یہ ہوتی کہ عوام لوگ اس عقیدۂ تثلیث پر دلائل کو دیکھ کر ایمان لائیں اور اس کو قبول کریں تو ضرور یہ ایسے عام اور سہل طریقے سے بیان کرتے۔ جسے عوام بھی اسکو آسانی سے سمجھ لیتے۔ اور جلدی ہی اس عقیدہ کے معتقد ہو جاتے۔ لیکن پادری صاحب کا ایسے رنگ میں پیش کرنا (جس کو غیر کیا معتقدین تثلیث بھی ۵ فیصدی بمشکل اس کا بعض حصہ سمجھنے پر قادر ہونگے۔) اس بات پر دال ہے کہ یہ عقیدہ تثلیث تبھی قائم رہ سکتا ہے کہ عوام لوگ اس کی حقیقت کو نہ سمجھیں۔ تثلیث اور توحید کو ایک ہی وجود میں جمع کرنا اعتباری ہو۔ باوجودی یہ صریح باطل ہے۔ اس کی کھوکھلی بنیاد تو تبھی قائم رہ سکے گی جبکہ گھر کے آدمیوں سے بھی اس کو پوشیدہ رکھا جائے اور ایسے رنگ میں پیش کیا جائے کہ لوگ اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں۔ سو یہ ایک مجسم مغالطہ ہے۔ جس کو منطق اور فلسفہ کا ملمع چڑھا کر پیش کیا گیا ہے تاکہ عوام الناس اس میں پھنسیں اور عاقبت کا ستیاناس کرلیں ٭

اس کے بعد میں ایک عرض کرنی نہایت ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ پادری صاحب چونکہ سب مسیحی قوم کی طرف سے ایک لیڈر کی حیثیت سے اس بودہ مسئلہ تثلیث کی تائید میں دلائل دے رہے تھے اور اس کا منبع کتاب مقدس یعنی انجیل بتا رہے تھے۔ اب ان کے پیش کردہ دلائل محض بفضل خدا توڑنے کے بعد میں ان کو بتاتا ہوں کہ آپکے اس باطل عقیدہ کا ابطال ہم ہی نہیں کر رہے بلکہ آپ کی قوم کے انصاف پسند لوگ بھی اس کی تردید کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر یہ چند حوالے پیش کیئے جاتے ہیں۔ دیکھو کتاب "مسلمانوں کو پیغام" تصنیف مسٹر جیمس ہارووڈ صاحب بی۔ اے صفحہ۹ پر فرماتے ہیں :-

"پرانے عہد نامہ کی تعلیم کے بارے میں تو کچھ سوال ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی صاف الفاظ میں یہ تعلیم ہے۔ کہ خدا ایک ہے اس میں تو اس کے سوا اور کوئی مسئلہ نہیں اور جب ہم نئے عہد نامہ کی کتابوں تک پہنچتے ہیں تو وہاں بھی تثلیث کے مسئلہ کی تائید میں کوئی شہادت نہیں ملتی پرانے خیالات کے عیسائی اِدھر اُدھر کے چند فقرات پیش کرتے ہیں کہ جن سے وہ ہیر پھیر کرکے اس مسئلہ کی تائید کرتے ہیں۔"

صنا پر فرماتے ہیں :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"لفظ تثلیث اور نہ ہی ان معنوں کا کوئی اور لفظ پُرانے یا نئے عہد نامے میں کہیں پایا جاتا ہے کہیں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ خدا ایک جوہر ہے۔ لیکن اس میں اقنوم ثلاثہ یعنی تین برابر کی شخصیتیں موجود ہیں تثلیث کے پیرو جو انجیل کو حرف بحرف ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے مسائل (تثلیث) کو ظاہر کرتے ہوئے ایسی زبان استعمال کرتے ہیں جو انجیل سے بالکل غیر ہے۔"

صفحہ ۱۱ پر فرماتے ہیں:۔

"مزید برآں ہم انجیل میں کہیں تثلیث کے مسئلہ کو نہیں پاتے۔ مگر ایک اور جگہ یعنی مذہبی تاریخ میں اس یقین کا سراغ اور اسکے بتدریج درجے ملتے ہیں۔ اس خیال (تثلیث) کی ترقی کے رواج تین فرقوں یعنی اپوسلز۔ ناسس اور اتھینشن میں صاف طور پر دیکھے جاتے ہیں جن میں سے اوّل کا مسیح کی موت سے تین سو برس بعد تک اپنی موجودہ شکل میں سراغ لگتا ہے۔"

صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں:۔ "اس مسئلہ (تثلیث) کا اصلی منبع انجیل نہیں بلکہ مذہبی کونسلیں ہیں۔"

(۱۴) اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:۔

"اس بات پر سب لوگ (مسیحی صاحبان) متفق ہیں کہ وحدانیت کا مسئلہ انسانی عقل کے بالکل مطابق ہے اور انجیل میں زور آور وضاحت کے ساتھ اس (وحدانیت) کی تعلیم موجود ہے۔ اس پر بھی اتفاق رائے ہے کہ تثلیث کا مسئلہ اگر انسانی عقل کے بالکل خلاف نہیں تو کم از کم اسکے ادراک سے بعید ہے۔"

یہ چند حوالے بطور نمونہ ہم نے پیش کیئے ہیں تاکہ پادری صاحب کو معلوم ہو جائے کہ وہ مسیحی دوست جن کو حق سے کچھ دلچسپی ہے اور جن کے دل میں کچھ انصاف ابھی تک باقی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں بلکہ بلند آواز سے پکار رہے ہیں کہ یہ منگھڑت مسئلہ تثلیث عقل و فہم سے دُور ادراک سے بعید اور انجیل سے بالکل خارج ہے۔ کیا پادری صاحب اس پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے؟ خاکسار محمد عبد اللہ خاں بگولی

احباب کرام توسیع اشاعت ریویو آف ریلیجنز کی طرف خاص توجہ فرمائیں کیونکہ بغیر اسکے اخراجات طبع کا پورا ہونا مشکل ہے ۔ مینجر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثبوت وفات حضرت مسیح از نصوص قرآنیہ

تاریخی طور پر یہ ایک ناقابل تردید صداقت ہے :- کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کا خیال مسلمانوں میں بہت بعد کا خیال ہے۔ اس کی ابتدائی تاریخ بھی زمانہ فیج اعوج ہی ہے۔ کیونکہ جب تک مسلمان قرآن پاک کے عامل۔ اس کے اسرار کے واقف اور اسلامی رُوح کے حامل تھے۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی از رُوئے قرآن مان نہ سکتے تھے۔ لیکن جب اسلام ان روایات کا نام قرار پا گیا جن کا بیشتر حصّہ وضعی تھا۔ اور مسلمانوں کی تمام تر توجہ عجائبات اور مز خرفات کی طرف منتقل ہو گئی۔ تو پھر عوام میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کا خیال رائج ہونا شروع ہو گیا۔ کیونکہ عوام کے لئے ان جعلی روایات کی حقیقت معلوم کرنا۔ اور ان کے کھرے کھوٹے پر تبصرہ کرنا ناممکن محض تھا۔ بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا خیال قرآن مجید پر مبنی نہ تھا۔ اور نہ ہے *

قرآن پاک جو دنیا میں ایک ہی یقینی اور قطعی کتاب ہے۔ اور جس کی نصوص کسی شک وشبہ کی متحمل نہیں۔ اس باب میں نہایت صراحت سے مسیحؑ کی جسمانی زندگی کا انکار کرتے ہوئے انکی وفات کا اعلان کرتا ہے۔ بلکہ اگر ذرا بھی تدبّر سے کام لیا جائے۔ تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے جس اہتمام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر فرمایا ہے۔ اور کسی نبی کی وفات پر اتنا زور نہیں دیا۔ اس کی یہی وجہ تھی۔ کہ علام الغیوب خدا کو معلوم تھا۔ کہ ایک زمانہ میں مسلمان کہلانے والے حضرت مسیحؑ کی انوکھی زندگی مان کر عیسائیوں کی تائید کریںگے سہ

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند * دلیری ہا پدید آمد پرستاران میّت را

فرضی الٰہ ہونے کے لحاظ سے وفات کا ذکر

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصلی فرضی ہر حیثیت سے ان کی وفات کا ذکر فرمایا ہے۔ نزول قرآن کے وقت نصاریٰ حضرت مسیحؑ کو خدا قرار دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ والذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایّان یبعثون (النحل) جن ہستیوں کو اسوقت لوگ خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ خالق نہیں۔ بلکہ مخلوق ہیں۔ مُردہ ہیں۔ زندہ نہیں۔ اور انہیں کچھ معلوم نہیں۔ کہ کب اُٹھائے جائیں گے ؟

یہ آیت حضرت مسیحؑ کی مفروضہ اُلوہیّت والی حیثیت میں ان کی وفات پر دلیل ہے :-

بلحاظ بشر وفات کا ثبوت

یہود و ہنود کی نگاہ میں مسیحؑ محض ایک بشر تھا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بشر کے لئے جو قانون مقرر فرمایا وہ یہی ہے کہ (۱) فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون الایہ (۲) ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق الایہ (۳) منکم من یتوفّٰی ومنکم من

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً۔ ان تین آیات میں دو قانون بتائے گئے ہیں۔ اوّل بشر کی جائے رہائش کرۂ ارضی ہی ہے۔ خواہ وہ زندہ ہو۔ یا مر چکا ہو۔ دوم۔ بشر تغیّرات زمانی سے محفوظ نہیں مرور زمانہ ضرور ہی اس کے قویٰ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور ضعف اور اضمحلال پیدا کر دیتا ہے +

اب ان قوانین کے مطابق حضرت مسیح علیہ السّلام بھی کرۂ ارضی سے باہر نہیں جا سکتے۔ نیز یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ وہ صدیوں سے زندہ ہوں۔ اور پھر ۳۳ سالہ جوان کے جوان ہی ہوں۔ اسی امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وما جعلنا لبشرٍ من قبلك الخلد افان متّ فهم الخالدون۔ اے رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو غیر متغیر یا لمبی زندگی نہیں دی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو تو فوت ہو جائے مگر وہ زندہ رہیں۔ آہ! اسقدر وضاحت کے باوجود رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی حضرت مسیحؑ کو غیر متغیر اور زندہ یقین کئے بیٹھے ہیں ؎

غیرت کی جا ہے عیسیٰؑ زندہ ہو آسمان پر + مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاںؐ ہمارا

بلحاظ نبی وفات کا ثبوت

تیسری حیثیت جو مذہباً حضرت مسیحؑ کی اصلی حیثیت ہے وہ ان کا نبی اور رسول ہونا ہے اس کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل الایۃ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک رسول ہیں۔ آپؐ سے پہلے جملہ رسول جن میں سے ایک مسیحؑ بھی تھے، فوت ہو چکے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کانا یأکلان الطعام۔ مسیحؑ اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ یعنی اب نہیں کھاتے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا۔ وما جعلناهم جسدًا لا یأکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ ہم نے نبیوں کا جسم ایسا نہیں بنایا۔ کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔ اور ایک ہی حالت پر رہیں۔ گویا صاف بتا دیا۔ کہ حضرت مسیحؑ جو نبی تھے۔ اب بوجہ وفات پا جانے کے کھانا نہیں کھاتے۔ وهو المراد +

حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا خصوصیّت سے ذکر

ان تین حیثیات کے علاوہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السّلام کا نام لیکر بھی ان کی وفات کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیات (۱) فلما توفّیتنی کنت انت الرقیب علیهم (۲) یا عیسیٰ انّی متوفیك ورافعك الیّ (۳) والسّلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیّا۔ نیز (۴) واوصانی بالصلوٰة والزکوٰة ما دمت حیًّا سے ظاہر ہے۔ ان آیات سے وفات مسیحؑ اس قدر واضح اور مبرہن ہے۔ کہ عیسائیت کا بہت بڑا حامی ڈاکٹر زویمر بھی اپنے رسالہ "عیسیٰ ام یسوع" میں مقدم الذکر تین آیات کے متعلق یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ کہ الآیات التی تؤید موته (ص۲) یعنی یہ آیات حضرت مسیحؑ کی موت کی تائید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتی ہیں۔ کیا یہ مقامِ حیرت نہیں۔ کہ ایک پادری کو بھی قرآن مجید میں حضرت مسیحؑ کی طبعی موت صاف نظر آرہی ہے مگر مسلمان ہیں۔ کہ مسیح کی موت سے از روئے قرآن منکرین رہے ہیں ؛

حیاتِ مسیحؑ کے دلائل کا ردّ

ہم نے بارہا غیر احمدی علماء سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ حیاتِ مسیحؑ کے متعلق تمہارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ مسیحؑ جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر زندہ ہیں۔ اب قرآن مجید سے آسمان جسم اور زندگی کا ثبوت دیں۔ تینوں نہ سہی ایک امر کا ہی ثبوت دیدیں۔ لیکن وہ کوئی ایسی آیت نہیں دکھا سکتے۔ جس میں حضرت مسیحؑ کی زندگی۔ جسم یا آسمان کا ذکر ہو۔ احمدیت کی چالیس سالہ تاریخ گواہ ہے۔ کہ ہمارے مخالف اس مطالبہ کے پورا کرنے سے ہمیشہ عاجز رہے ہیں۔ ہاں قرآن مجید کی جن آیات کو وہ اس مطالبہ پر پیش کیا کرتے ہیں۔ وہ مختصراً مع جوابات حسب ذیل ہیں :-

پہلی آیت ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ۔ یعنی یہود نے حضرت مسیحؑ کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رفع اپنی طرف کیا ہے۔ غیر احمدی کہا کرتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ نہ قتل ہوئے۔ نہ صلیب پر مرے۔ بلکہ مرفوع الی اللہ ہو گئے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ وہ زندہ آسمان پر ہیں ؛

جواب اوّل :- یہود حضرت مسیح (علیہ السلام) کے جس قتل کے مدعی تھے۔ اسی کی اس جگہ نفی ہے۔ یہود اس قتل کے ذریعہ حضرت مسیحؑ کو نعوذ باللہ ملعون ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اور دنیا پر ان کی رسالت کا باطل ہونا ظاہر کرتے تھے۔ جیسا کہ ان کے قول انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ سے ظاہر ہے۔ اب اس قتل موجب لعنت کی نفی کر کے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کے رفع کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی بجائے ملعون ہونے کے مسیحؑ کے مقرّب ہونے کا ذکر ہے۔ اس سے آسمان پر جسم خاکی سمیت جانا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس طرح یہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے یہود کے اعتراض یعنی مسیح کے رفع روحانی کے انکار پر جواب میں رفع جسمانی کو پیش کر دیا ہے گویا سوال اور جواب میں مطابقت نہیں ؛

جواب دوم :- اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں اور ولیوں کا رفع فرمایا ہے۔ آیت ورفعناہ مکاناً علیاً میں حضرت ادریسؑ کے رفع کا ذکر ہے۔ احادیث اللّٰھمّ ارفعنی۔ رفعک اللہ یا عمّ اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رفع۔ حضرت عباسؓ کا رفع اور ہر خاکسار بندے کا رفع ثابت ہے۔ اگر رفع کا مطلب جسم سمیت آسمان پر جانا ہی ہوتا ہے۔ تو پھر تمام بزرگ جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ ہونگے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جواب سوم:۔ کتب لغت میں لکھا ہے۔ فی اسماءہ تعالیٰ الرافع الذی یرفع المؤمنین بالاسعاد و اولیاءہ بالتقریب (لسان العرب۔ مجمع البحار) کہ اللہ تعالیٰ کا نام رافع بھی ہے۔ وہ مومنوں کو سعادت اور اولیاء کو اپنا قرب عطا فرماکر ان کا رفع کرتا ہے۔ پس اسی طرح حضرت مسیحؑ کا بھی رفع ہوا۔ ہاں چونکہ حضرت مسیحؑ کے رفع کا یہود نے پُرزور انکار کیا تھا۔ اِس لئے تصریحاً بل رفعہ اللہ الیہ فرمایا۔ جیسا کہ حضرت مریمؑ کی پاکیزگی کے لئے وامہ صدیقہ فرمایا ہے ۔

جواب چہارم:۔ اللہ تعالیٰ آسمان میں محدود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر جگہ ہے اسلئے اسکی طرف رجوع کا مطلب یہی ہوگا۔ کہ حضرت مسیحؑ آسمان اور زمین دو نو طرف گئے۔ زمین کی طرف جسم گیا اور آسمان کی طرف روح گئی۔ اسی کا نام موت ہے پس اگر اس آیت سے حضرت مسیحؑ کو آسمان پر زندہ مانا جائے۔ تو خدا تعالیٰ کو محدود ماننا پڑتا ہے ۔

جواب پنجم:۔ آیت کے حصہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً کے لحاظ سے بھی رفع کی وہ صورت جو غیر احمدی ذکر کرتے ہیں۔ یعنی راتوں رات چھپا کر لیجانا غلط ثابت ہوتی ہے ۔

دوسری آیت وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً۔ اس آیت سے غیر احمدی یوں استدلال کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ کی موت سے پہلے پہلے ہر ایک اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیگا۔ اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔ چونکہ اس جگہ قبل موتہ کا لفظ ہے۔ اس لئے حضرت مسیحؑ زندہ ہیں ۔

جواب اوّل:۔ آیت کا یہ مطلب غلط ہے۔ کیونکہ یہ ترجمہ مشاہدہ کے خلاف ہے۔ ہر روز کئی اہل کتاب مرتے ہیں۔ اور وہ مسیحؑ پر ایمان نہیں لاتے۔ معلوم ہوا۔ آیت کا یہ ترجمہ درست نہیں ۔

جواب دوم:۔ یہ ترجمہ آیات قرآنیہ اغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان آیات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہودی بحیثیت یہودی اور عیسائی بحیثیت عیسائی قیامت کے دن تک موجود رہینگے ۔

جواب سوم:۔ آیت وان من اھل الکتاب سے قبل ان ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فلا یؤمنون الا قلیلاً۔ یہ لوگ تھوڑا یا تھوڑے ہی ایمان لائینگے۔ پس اب دو آیات بعد کا مطلب یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ سب ایمان لے آئینگے ۔

جواب چہارم:۔ قبل موتہ کی دوسری قرأت قبل موتھم آئی ہے۔ (ابن جریر) اور اس صورت میں معین طور پر ضمیر اہل کتاب کی طرف ہی پھریگی۔ یعنی مطلب یہ ہوگا۔ کہ ہر ایک اہل کتاب اپنے مرنے سے پہلے ایمان لائیگا اور پھر مسیحؑ کے زندہ رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی پس قبل موتہ کی قرأت کے بھی معنے یہی ہونگے۔ کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے پہلے ہی ایمان رکھینگے ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جواب پنجم :- قرآن کے اس رکوع میں یہود کی برائیوں کا ہی ذکر ہے۔ آیت ان من اھل الکتاب سے پہلے بھی یہود کی برائیوں کا ذکر ہے۔ اور بعد میں بھی۔ اگر یہ ایمان حقیقی ایمان ہوتا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ پھر ان کی برائیوں کا تذکرہ موقوف کر دیا جاتا۔ مگر قرآن پاک نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس آیت کے آگے پیچھے ان کی برائیوں کا ہی ذکر فرمایا ہے معلوم ہوا۔ اس آیت میں جو بات مذکور ہے۔ وہ بھی ان کی شرارتوں میں سے ایک شرارت ہے۔ ہاں جو نیکو کار تھے ان کا استثناء آگے جا کر آیت لکن الراسخون سے شروع کیا ہے +

جواب ششم :- اگر یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ حضرت مسیحؑ کسی وقت دنیا میں تشریف لائینگے۔ تو پھر اس کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔ کہ قیامت کے دن حضرت مسیحؑ ان کے خلاف گواہ ہونگے۔ جب وہ مومن ہو جائینگے۔ تو ان کے خلاف گواہی کیسی؟ نیز جب حضرت مسیحؑ نے دنیا میں آنا تھا۔ تو یوم القیامۃ کے ساتھ ہی اس گواہی کو مخصوص کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ آیت کا یہ مطلب درست نہیں ہے +

جواب ہفتم :- اصل بات یہ ہے۔ کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے یہود کی ایک شرارت کا ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ اپنے دعویٰ انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم میں جھوٹے ہیں۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ لیکن ہمیشہ ہی جب تک یہودی یا عیسائی ہیں۔ مسیحؑ کے متعلق یہی مانتے رہینگے۔ کہ صلیب پر مر کر لعنتی بن گیا۔ یہودی اس لئے کہ مسیحؑ کو جھوٹا نبی ثابت کریں۔ اور عیسائی اس لئے کہ اسکو اپنے گناہوں کا کفارہ قرار دیں۔ ہاں جب ان پر موت آئیگی تو ان کو حقیقت معلوم ہو جائیگی۔ گویا یہ بھی منجملہ دیگر جرموں کے ان کا ایک جرم ہے +

جواب ہشتم :- فرض کرو۔ کہ قبل موتہٖ کی ضمیر حضرت مسیحؑ ہی کی طرف جاتی ہے۔ تب بھی یہ بیان یہود کی ایک شرارت ہے۔ کیونکہ وہ حضرت مسیحؑ کو اس عمر میں مقتول مانتے تھے۔ جبکہ مسیحؑ فی الواقعہ فوت نہ ہوا تھا۔ یعنی وہ اسے اس کے مرنے سے پہلے ہی مصلوب مانتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ حضرت مسیحؑ کو ۳۳ سال کی عمر میں مصلوب کہتے ہیں حالانکہ یہ زمانہ درحقیقت قبل موتہٖ کا زمانہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ تو ایک سَو بیس ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے جیساکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ فرما کر بتا دیا۔ (حجج الکرامۃ۔ کنز العمال جلد ۶ صفہ ۱۲۰۔ جلالین صفہ حاشیہ) الغرض یہ آیت بھی کسی طور سے مسیحؑ کی زندگی کی دلیل نہیں ہے +

تیسری آیت وانّہٗ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا واتبعون (زخرف) غیر احمدی کہتے ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ قیامت کا نشان ہیں۔ اس لئے اس میں شک نہ کرو۔ یعنی حضرت مسیحؑ قیامت کے قریب نازل ہونگے۔ اور اسوقت وہ قیامت کا نشان ہونگے :-

جواب اوّل :- اس آیت کا اگر یہی ترجمہ مان لیا جائے۔ کہ حضرت مسیحؑ قیامت کی نشانی ہیں۔ تو بھی یہ کہاں سے ثابت ہو گیا۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ اور کبھی اتریںگے۔ آیت میں نہ انکی زندگی کا ذکر ہے نہ آسمان کا قصہ ہے۔ اور نہ ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واپس کرنے کا ذکر ہے۔ مطلق طور پر یہ کہا گیا ہے کہ مسیحؑ قیامت کی نشانی ہے ۔

جواب دوم:۔ اس آیت میں الساعۃ سے مراد قیامت کبریٰ نہیں۔ بلکہ یہود کی ہلاکت ہے۔ اور عربی زبان میں ہر قوم کی ہلاکت ساعۃ کہلاتی ہے۔ حضرت مسیحؑ یہود کی ہلاکت کا نشان تھے۔ بالخصوص انکی بن باپ پیدائش اس بات کی دلیل تھی۔ کہ پہلے تو بنی اسرائیل میں سے نبی آتے رہے۔ مگر مسیحؑ ایسا نبی آیا۔ جس کی ماں بنی اسرائیلی ہے باپ نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ نبی آئیگا۔ جس کی نہ ماں اسرائیلی ہوگی۔ اور نہ باپ۔ اور یہ بنی اسرائیل کی روحانی طور پر ہلاکت کی علامت تھی۔ پس حضرت مسیحؑ قیامت نہ تھے۔ لیکن آج سے ۱۹ سو سال قبل ہی یہود کی قیامت کا نشان تھے ۔

جواب سوم:۔ منکرین قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کو مُردے کس طرح زندہ ہو جائینگے۔ ہڈیوں میں کس طرح جان پڑ جائیگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مسیحؑ کو دیکھو۔ ہم نے اس کو محض مریمؑ سے بن باپ پیدا کر دیا۔ جب ہم بغیر باپ کے پیدا کر سکتے ہیں۔ تو یقیناً قیامت برحق ہے۔ اور مُردے زندہ ہونگے۔ گویا حضرت مسیحؑ اپنی بن باپ پیدائش میں قیامت کا نشان ہیں۔ نہ یہ کہ پھر انہوں نے اترنا ہے یا وہ آسمان پر گئے ۔

جواب چہارم:۔ اِنَّهٗ کی ضمیر قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف بھی راجع کی گئی ہے۔ جیسا کہ معالم التنزیل میں مذکور ہے۔ اس صورت میں معنے یہ ہونگے۔ کہ قرآن مجید قیامت کا نشان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کی نشانی ہیں۔ ان معنوں کی تائید آیت قرآنی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ سے بھی ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے بعثت انا والساعۃ کھاتین یعنی میں قیامت سے اتنا ہی قریب ہوں۔ جتنا کہ وسطی انگلی سبابہ سے قریب ہوتی ہے ۔

جواب پنجم:۔ اگر حضرت مسیحؑ کی آمد اور انکا نزول جسمانی ہی قیامت کی نشانی تھی۔ تو پھر اسکے ساتھ فلا تمترن بہا واتبعون کا کیا جوڑ ہے۔ یعنی جبتک حضرت مسیحؑ نہ آئے یہ کہنا کہ تم ابھی قیامت کے متعلق شک کرو۔ اور میری پیروی کرو۔ کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ پھر تو یہ کہنا چاہیئے تھا۔ کہ جب وہ نشانی آئیگی۔ تو تمہارا شک دور ہو جائیگا۔ اور تم اسکی پیروی کروگے۔ پس فلا تمترن بہا واتبعون اس بات کی کھلی دلیل ہے۔ کہ اس آیت میں حضرت مسیحؑ کی آمد اور نزول و زندگی کا ہرگز کوئی ذکر نہیں ۔

جواب ششم:۔ اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع بہت سے مفسرین نے امام مہدی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے" قال مقاتل بن سلیمان ومن تابعہ من المفسرین فی تفسیر قولہ تعالیٰ وانہ لعلم للساعۃ قال ھو المھدی یکون فی آخر الزمان وبعد خروجہ تکون امارات الساعۃ۔" (نبراس شرح العقائد ص۴۴۵ حاشیہ) یعنی مقاتل بن سلیمان اور اسکے ہمنوا مفسرین نے انہ لعلم للساعۃ کے متعلق کہا ہے۔ کہ اس سے امام مہدی مراد ہیں۔ جو آخری زمانہ میں ظہور فرما ہونگے۔ اور انکے بعد علامات قیامت ظاہر ہونگی۔ ناظرین اس تفسیر کے ماتحت تو کوئی بھی اشکال باقی نہیں رہتا ۔

لطیفہ:۔ غیر احمدی اس آیت سے مسیحؑ کو "علم الساعۃ" ثابت کیا کرتے تھے۔ لیکن اس سورۃ زخرف کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وعندہٗ علم الساعۃ والیہ ترجعون۔ وہ علم الساعۃ تو اللہ کے پاس ہی ہے۔ ہاں تم اسکی طرف لوٹائے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جاؤ گے۔ یعنی وہ تو بہر حال واپس نہ آئیگا۔ وہ تو فوت ہو گیا ہے۔ یہ تین آیات ہیں۔ جو مولوی پیش کیا کرتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت ظاہر ہے۔ (الفضل)

مزید ثبوت

( ) سورۂ آل عمران رکوع میں ویکلم الناس فی المھد وکھلاً فرمایا ہے۔ یعنی وہ زمانہ مہد اور کہل میں لوگوں سے گفتگو کریگا۔ مہد کے معنے پنگوڑہ مراد بچپن اور کہل کے معنے ادھیڑ کا زمانہ۔ یہ ادھیڑ کا زمانہ حضرت مسیح کو شام میں نصیب نہیں ہوا۔ آپ شام میں صرف ۳۳ سال رہے۔ باقی عمر ۸۷ سال آپنے دیگر ممالک میں گذاری ہے۔ اس طرح آپ کی عمر ۱۲۰ سال بنتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریمؐ کی حدیث "واخبرنی عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ وارانی ذاھباً علےٰ راس الستین" سے ظاہر ہے۔ یعنی فرمایا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دنیا میں ایک سو بیس برس رہے۔ اور میں اس سے نصف عمر میں فوت ہو جاؤنگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ ۳۳ برس کی عمر واقعہ صلیب کے بعد ۸۷ سال دنیا میں زندہ رہے۔

مسیح کی قبر کشمیر میں اللہ تعالیٰ نے پارہ ۱۸ رکوع ۳ کے آخر میں فرمایا ہے۔ وجعلنا ابن مریم وامّہ ایۃ وآوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین۔ یعنی ہم نے عیسیٰ بن مریم اور مریم اسکی ماں کو نشان بنایا ہے اور ان دونو کو کسی اونچی چشمہ دار جگہ میں پناہ دی۔

جغرافیائی دنیا کا اتفاق ہے۔ کہ روئے زمین سے خطۂ کشمیر اونچی اور چشموں والی زمین ہے۔ جب تاریخ سے ثابت ہے کہ بخت نصر بابلی کے وقت بنی اسرائیلی قوم ممالک شرقیہ۔ ایران۔ افغانستان۔ ہندوستان اور کشمیر میں پہنچ چکی تھی۔ اور بنی اسرائیلی بھیڑوں کو اکٹھا کرنا۔ مسیح کا لازمی فرض تھا۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ مسیح ناصری کشمیر میں آن کر پناہ گزین ہوئے۔ اور باقی ماندہ زندگی ان بچھڑی ہوئی بھیڑوں میں با امن گذاری۔

حضرت مسیحؑ کے مختلف نام بھی اس امر کی بیّن دلیل ہے۔ کہ آپ مختلف ملکوں میں گئے۔ اور مختلف زبانوں میں مختلف نام رکھائے۔ جیسا کہ مسیحی اور اسلامی کتب میں آپ کا نام عمانوایل ابن یوسف ابن آدم۔ اسرائیل کی تسلّی۔ ابن مریم جیزس کرائسٹ۔ کرستوس۔ یوز آسف۔ جوز آفٹ وغیرہ آیا ہے۔ کشمیر میں آپ کا نام یوز آسف تھا۔ سرینگر میں جہاں اُن کی قبر موجود ہے۔ اب تک بھی ان کی قبر یوز آسف یا عیسیٰ نبی کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔

(۱) کتاب یوز آسف کے صفحہ ۱۹ و ۲۰ پر لکھا ہے۔ کہ اس زمانے میں ہندوستان میں عیسائی مذہب پھیل چکا تھا لیکن کچھ مدّت کے بعد ابنیر بادشاہ نے بہت سے عیسائیوں کو قتل کر دیا۔ اور جو بچے انکو ملک سے نکال دیا۔

(۲) اسی کتاب کے آخر میں لکھا ہے۔ کہ اسکے بعد یوز آسف (مسیحؑ) نے وہاں سے کوچ کیا۔ اور بہت سے شہروں میں گیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لوگوں کو ہدایت کی۔ آخر کو شہر کشمیر میں پہنچا۔ اور وہاں پہنچکر کشمیری زمین کو آباد کیا۔ اور اس ولایت کے سب لوگوں کو ہدایت کی۔ اور وہیں رہا۔ یہاں تک کہ اس کا وقت مرگ آن پہنچا ✦

(۳) اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ پر حضرت مسیح کا وعظ درج ہے۔ کہ "سنو جس طریق کی طرف میں بلاتا ہوں۔ یہ وہ دین حق ہے۔ جو حق تعالیٰ نے اگلے زمانہ میں پیغمبروں اور رسولوں کیلئے بھیجا ہے"۔ جیسا کہ متی باب ۵ آیت ۱۷ میں بھی لکھا ہے۔ کہ "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں"✦

(۴) کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے صفحہ ۵۱ پر لکھا ہے کہ اس ملک پنجاب میں ایک سکّہ ملا ہے۔ جس پر پالی زبان میں عیسیٰ علیہ السلام کا نام لکھا ہے۔ (۵) وفات مسیح کے وقت جو حاری سرینگر میں موجود تھا۔ اس کا نام یابد لکھا ہے دوسری کتب میں اس کا نام ابابیل ہے (دیکھو رسالہ محمڈن ص۳۸۷)

(ب) عیسائی مورخ مانتے ہیں۔ کہ یوز آسف اور مسیح ایک ہی شخص ہے (دیکھو رسالہ محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج میگزین علیگڈھ جلد ع ۱۵۰۹ صفحہ ۳۸۲ اکتوبر ۱۸۹۶ء) (ج) جب ہمارے مبلغ اس تحقیق کیلئے سرینگر پہنچے تو قبروں کے مجاوروں سے دریافت کرنے پر ایک سفید ریش محمد خاں نامی مجاور نے بتلایا۔ کہ کئی اسکو عیسیٰ کی قبر کہتے ہیں اور کئی یوز آسف کی قبر کہتے ہیں ✦ (فاروق)

حدیث دربارہ ظہور مجدّد کے حوالے

(۱) ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (سنن ابی داؤد مجتبائی ۲۴۱ جلد ۲)

(۲) امام سیوطی "مرقاۃ الصعود" میں اسکی بابت لکھتے ہیں۔ اتفق الحفاظ علیٰ تصحیحہ۔

(۳) حاکم نے مستدرک میں۔ بیہقی نے مدخل میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(۴) ابوالفضل عراقی اور ابن حجر اس کی صحت کے قائل ہیں۔ (مرقاۃ)

(۵) حافظ ابن عساکر نے اسکی صحت کو صحیح مانکر لکھا ہے کہ حدیث مذکورہ سے ہر صدی کے سر پر مجدّد کا آنا ثابت ہوتا ہے۔

(۶) امام مناوی (ملا علی قاری) علی متقی نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ (مرقاۃ)

(۷) نواب صدیق حسن خان نے حجج الکرامہ کے ص۱۳۵ پر لکھا ہے۔ رواہ ابوداؤد والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی المعرفۃ من ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ باسناد صحیح۔

(۸) وقد اتفق الحفاظ علی تصحیح ھذا الحدیث (حجج الکرامہ ص۱۳۳)

(۹) خبر داداز آنکہ بر راس ہر مائۃ مجدد پیدا خواہد شد وہم چناں واقع شد (شاہ ولی اللہ در ازالۃ الخفا ص۷۷ جلد ۱)

(۱۰) وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ (شاہ ولی اللہ تفہیمات الٰہیہ ص۳۵)

[illegible]

[illegible]

ایک شیعہ علّامہ کی تحریر
(دربارۂ وفات مسیحؑ)

باسمہ سبحانہ ولہ الحمد

حضرت عیسےٰؑ کا قتل ہونا اور صلیب دیا جانا بنصِ قرآنی
ثابت نہیں اور یقیناً یہ دونوں امور اونکے
واسطے نہیں ہوئے۔ رہی وفات کا ہونا اور زندہ
آسمان پر اوٹھا لیا جانا قرآن مجید سے زندہ اوٹھا لیا
جانا آسمان پر یہ ہی ثابت نہیں بل رفعہ اللہ
الیہ کی کسی طرح بھی دلالت اس امر پر نہیں ہے کہ زندہ
اوٹھائے گئے رفعہ اللہ یعنی قبضہ اللہ ہی آیا ہے
اور کتاب بصائر میں امام جعفر صادقؑ سے تفسیر آیہ
فاخفتہ ما اخفتہ منا وارد ہوا ہے آپنے فرمایا ہے
خففتہ واللہ باعداء اللہ الی النار ورفعت
واللہ اولیاء اللہ الی الجنۃ اور زندہ اوٹھایا جانا
اخبار احاد وبلا شبہ نہ رکھے لیکن ظاہر نصوص قرآنی
یہ ہے کہ جناب عیسےٰ کو وفات ہوئی جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے ...

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وفات بمعنے
موت در تمام صورتہائے دنیویہ اکثر آیات قرآنی میں آیا ہے
اور علاوہ موت کے نیند وغیرہ پر اطلاق وفات کا
مجازی ہے اور حقیقۃ اولیٰ بالمجاز ہے جبکہ کوئی خصوص
پیش نہ آئے قابل ہو میں کوئی ضرور مجازی معنی نہیں
ہوتے اور نہ دوبارہ نزول او انتساب جسمانی
ہوتا ہے زندہ ہوکر دوبارہ آنا تھی رجعت
ائمہ کے علاوہ اللہ علیہم اجمعین محال نہیں ہے واللہ اعلم
بحقیقۃ الحال

حررہ الاحقر السید محمد [illegible]
۲۹ ربیع الاول ۵۰ھ

مہر

یہی قرآن مجید محفوظ و مکمّل ہے

(شیعہ مجتہدین کی تحریریں)

باسمہ سبحانہ

(۱)

قرآن مجید سے کسی سورہ کا کم ہونا ثابت نہیں اور سورہ علی رض وغیرہ کا جزو قرآن ہونا یا کلام خدا ہونا غیر مسلّم ہے واللہ اعلم

مہر

نجم الحسن

(۲)

اس قرآن مجید سے جو مروج ہے زائد ہونا ثابت نہیں ہے اور سورہ علی و فاطمہ وغیرہ جو ہمارے مروج قرآن میں نہیں ہیں ان کا ثبوت نہیں ہے اور ان کو بحیثیت القرآن پڑھنا اور سنانا ان کا جائز نہیں ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ السید محمد [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مہر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۳۹)

باسمہ سبحانہ

یہی قرآن کتاب خدا ہے - اسمیں ہر رطب و یابس موجود ہے
اسپیر ہمارا ایمان ہے - یہی بروز قیامت اپنے تلاوت
کرنیوالوں کی شفاعت کریگا - اسکے علاوہ دوسرا
قرآن غیر ثابت - سورہ علی و فاطمہ کا سورۂ قرآنی
سمجھکے پڑہنا اور سننا ناجائز ہے واللہ علیم

حررہ سید ابن حسن بقلمہ

مہر

(۴۰)

موجودہ قرآن قرآن مجید بلاشک و ریب ہے اور جو اخبار آحاد
تحریف میں کتب شیعہ میں مندرج ہیں وہ معمول بہا نہیں ہیں بلکہ بعض نادر و
بعض مطروح ہیں اور سورہ ولایۃ وغیرہ کو بحیثیت القرآن انہیں پڑہنا و سننا
جائز نہیں واللہ اعلم

حررہ السید [illegible] بقلمہ

مہر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گوشوارہ بقایا و فاضلہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان۔ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۱ء

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم بقایا		
۱	بیت المال	۵	۶	۹۹۰۰۱
۲	طبع و اشاعت	۳	۲	۴۰۹۷
۳	مقبرہ بہشتی	۰	۵	۱۰۱۹۲۸
۴	منارہ	۰	۰	۵۲
۵	قرضہ	۰	-	۲۴۱۵۸
۶	پراویڈنٹ فنڈ	۱۱	۶	۳۷۹۰
۷	ترقی اسلام	۳	۸	۵۵
۸	بک ڈپو	.	۱۵	۸۰۵
	میزان	۱۰	۱۱	۲۳۳۸۸۸

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقم فاضلہ		
۱	بقایا و پیشگی	۱۱	۱	۱۵۹۴۸
۲	جائداد	۳	۱۵	۱۸۱۱
۳	تعمیر	۹	۱۴	۳۰۵۰
۴	ایجنسی	۰	۰	۴۸۵۰
۵	بورڈران ہائی	۹	۱۵	۷۳
۶	" احمدیہ	۶	۱۳	۳۶
۷	ناظر اعلیٰ	۰	۹	۹۳۱۳
۸	قضاء	۰	۶	۷۴
۹	افتاء	۰	۰	۱۵
۱۰	پرائیویٹ سکرٹری	۳	۱۵	۶۹۳۳
۱۱	محاسب	۳	۱۴	۷۳۰۳
۱۲	ہسپتال	۰	۴	۲۳۵۶
۱۳	دعوت و تبلیغ	۹	۱۱	۵۷۹۵۳
۱۴	ہائی سکول	۳	۶	۱۴۱۷۲
۱۵	صدقات	۰	۳	۵۰۶۳
۱۶	گرلز سکول	۹	-	۴۳۶۴
۱۷	مدرسہ احمدیہ	۹	۱۲	۱۳۶۶۲
۱۸	جامعہ احمدیہ	۳	۱۲	۸۵۹۷
۱۹	احمدیہ ہوسٹل	۶	۹	۳۶۶۰
۲۰	امور عامہ	۶	۷	۷۶۰۴
۲۱	ضیافت	۳	۷	۳۴۵۸۲
۲۲	تعلیم و تربیت	۳	۵	۶۲۴۴
۲۳	تالیف و تصنیف	۰	۳	۱۰۰۸۲
۲۴	امور خارجہ	۶	۲	۵۳۳۷
۲۵	خلافت	۰	۹	۹۶۸۰
۲۶	تجارت	۳	۴	۲۱۱۴
	میزان	۱۰	۱۱	۲۳۳۸۸۸

محمد اشرف

محاسب صدر انجمن احمدیہ

اخبارات سلسلہ احمدیہ

الفضل ہفتہ میں تین بار [illegible] روپے سالانہ

ریویو آف ریلیجنز اردو ماہوار تین روپے سالانہ طلباء ۲

ریویو آف ریلیجنز انگریزی ۔ سات روپیہ

ریویو آف ریلیجنز ۲۰×۳۰/۸ ۲۸ پونڈ کاغذ ۵ روپے سالانہ

سن رائز ہفتہ وار

مصباح مہینے میں دو بار عورتوں کا اخبار ۱/۸ سالانہ

منگوانے کا پتہ:—

منیجر طبع و اشاعت قادیان

ریویو آف ریلیجنز اُردو۔ قادیان دارالامان۔ ۵ اگست ۱۹۳۱؁ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بانی

ڈاکٹر ایس کے برمن

ڈی ایس
ڈاکٹر۔ ایس۔ کے۔ برمن
لمیٹڈ

منعقدہ
اسٹار
SKB
ٹریڈ مارک
رجسٹرڈ
سنہ ۱۹۸۴ء

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴

قریباً پچاس سال کی مشہور ہندوستانی دوائیں

گود کے بچوں کی ایک ہی دوا

"پودن ہرا"

(اصل عرق پودینہ) (REGD.) قیمت کلاں شیشی چودہ آنہ ۱۴/ ڈاک محصول چھ آنہ
خورد شیشی دس آنہ ۱۰/ ڈاک محصول چھ آنہ ۶/

(بدہضمی۔ ریاح اور بچوں کے پیٹ پھولنے میں از حد مفید ہے)

یہ پودینہ کی سبز پتیوں سے تیار کیا گیا ہے۔ بدہضمی کی علامتیں اس سے جلد رفع ہو جاتی ہیں۔ خاصکر گود کے بچے اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں بے ضرر ہونیکی وجہ سے آپ بلا تشویش ایسے بچوں کو دے سکتے ہیں۔ بچوں کی بدہضمی و دودھ کی قے رفع کرنے میں اس سے عمدہ دوسری دوا نہیں ہے۔ نمونہ شیشی کی قیمت تین آنہ۔ نمونہ صرف ایجنٹوں کو ہی روانہ کیا جاتا ہے اسوجہ سے اپنے مقامی ہمارے ایجنٹ سے خریدیں +

تندرست بچہ کس کو پیارا نہیں لگتا

لال شربت

(لال شربت) (REGD) قیمت فی شیشی تیرہ آنہ ڈاک محصول آٹھ آنہ ۸/ بچے لڑکے اور پرسوتی کی طاقت۔ کون اپنے بچہ کو فربہ اور مضبوط دیکھکر خوش نہیں ہوتا۔ یہ بچوں کیلئے مثل آب حیات طاقت دہ ہے میٹھا اور خوش ذائقہ ہونیکی وجہ سے بچے اسے بخوبی تمام پیتے ہیں۔ اس سے اُن کی ہڈی مضبوط۔ خون مقطر اور جسم قوی اور چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔ پرسوتی کی نقاہت اور دودھ کی کو پورا کرنیکی اس میں عجیب طاقت ہے۔ نمونہ کی شیشی دو آنہ ۲/ نمونہ صرف ایجنٹوں کو ہی روانہ کیا جاتا ہے۔ اسوجہ سے اپنے مقامی ہمارے ایجنٹوں سے خریدیئے +

بلا قیمت۔ بیس تہی دواؤں کی مفصل فہرست اور سنہ ۱۹۳۱ء کی جنتری ایک کارڈ لکھکر مفت منگا لیجئے +

نوٹ:۔ یہ دوائیں ہر جگہ دوا خانوں میں فروخت ہوتی ہیں۔ ڈاک خرچ کی کفایت کی غرض سے اپنے مقامی ہمارے ایجنٹ سے خریدیئے

ایجنٹ۔ قادیان میں ایجنٹ کی ضرورت ہے +

(بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھپا کر دفتر رسالہ کے لئے قادیان سے شائع کیا)